مستقبل کا کشمیر

جی ایم میر

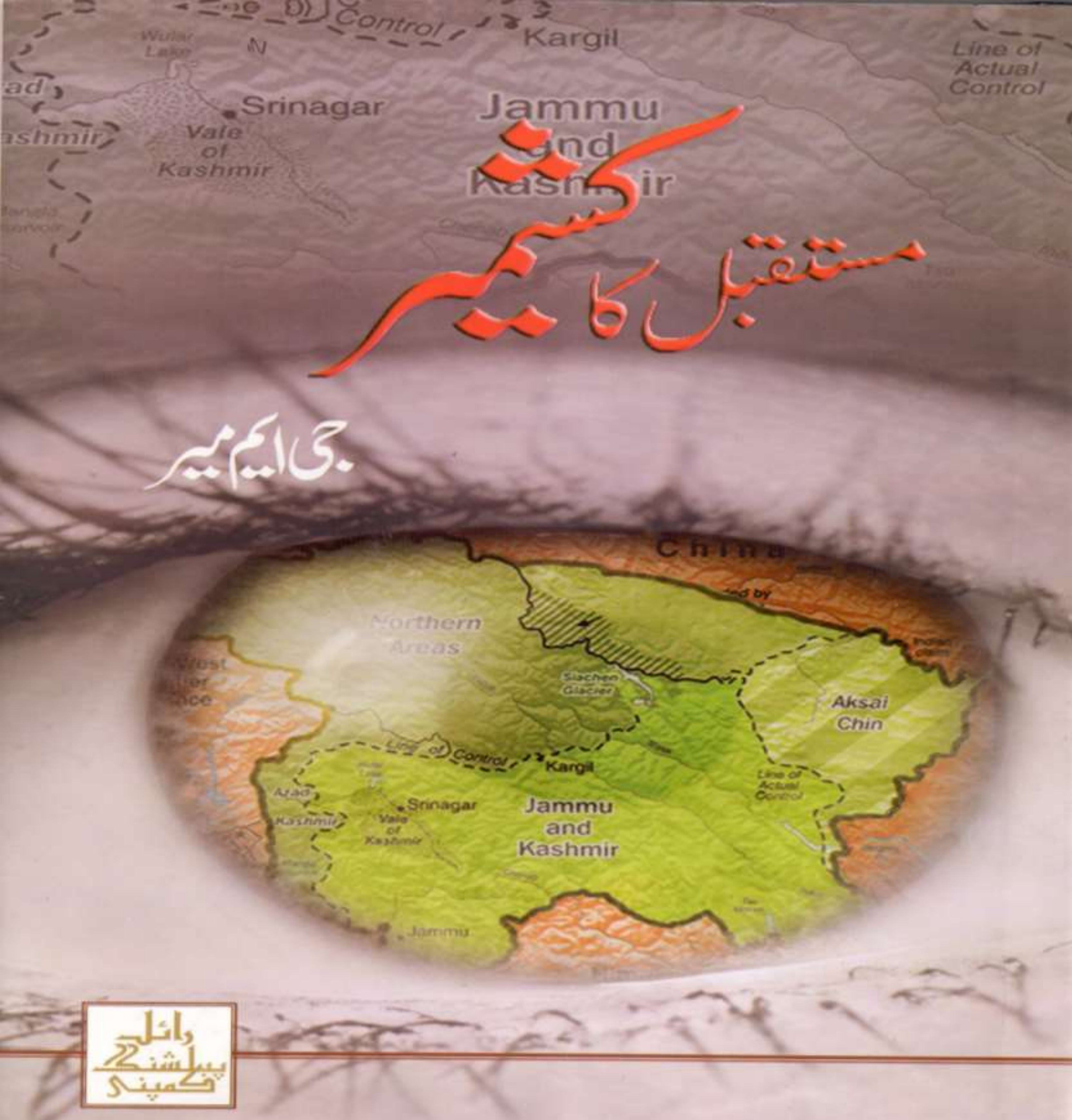

رائل پبلشنگ کمپنی

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

اس کتاب کا کوئی حصہ ناشر کی پیشگی اجازت کے بغیر شائع کرنا، تقسیم کرنا، یا کسی بھی شکل، یا کسی بھی ذریعے، مثلاً فوٹو کاپی، سکین، تصویر، ریکارڈنگ، یا انٹرنیٹ وغیرہ سے پھیلانا قانوناً جرم ہے۔ ماسوائے، اس کتاب کا کوئی حصہ تحقیقی مقالہ جات یا دیگر غیر تجارتی ضرورت کے لیے مکمل حوالے کے ساتھ اقتباس کی صورت میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے فرد/ ناشر/ ادارے کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

اشاعت دوم ۲۰۱۱ء

میری ر   میر، جی ایم
مستقبل کا کشمیر/ جی ایم میر۔
راولپنڈی: رائل پبلشنگ کمپنی، ۲۰۱۱ء
۱۹۲ ص

MIR   Mir, G. M.
Mustaqbil ka Kashmir/ by G. M. Mir.- Rawalpindi: Royal Publishing Company, 2011
192 p.

رائل پبلشنگ کمپنی

- + 92 51 554 1452
- + 92 300 520 5746
- royalbooks@ymail.com
- www.theroyalbooks.com.pk

فضل داد پلازہ، اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی

آزاد کشمیر میں اس کتاب کے تقسیم کار

- آزاد بک لینڈ، بنک روڈ، مظفر آباد، آزاد کشمیر — 05822 - 442752
- مکتبہ رضوان، علامہ اقبال روڈ، بنک سکوائر، ناگی، میر پور — 05827 - 444989

اے کشورِ کشمیر

آزاد ہی ہونا ہے تجھے بات یہ طے ہے
بے کار نہ جائے گا لہو، قیمتی شے ہے
تقدیر نہ تدبیر
اے کشورِ کشمیر

ٹھوکر میں تیری ہوں گے ستم توڑنے والے
پتھراؤ کی اب زد میں ہیں شیشوں کے شوالے
کٹنے کو ہے زنجیر
اے کشورِ کشمیر

فہرست مندرجات

نوٗکشیر	مجور کشمیری	07
نیا کشمیر	پروفیسر نذیر انجم	09
اظہار ناشر		11
ابتدائیہ		13

حصہ اوّل۔ اقتصادی پہلو

- آبی وسائل 21
- معدنیات 43
- جڑی بوٹیاں 55
- سیاحوں کی جنت کشمیر 71

حصہ دوم۔ رائے عامہ بہت بڑی طاقت ہے

- پاکستانی اہل بصیرت کے وقیع تجزیے 117
- بھارتی دانشوروں کا اعترافِ حقیقت 135
- بین الاقوامی دانشوروں کی آراء 145
- کشمیری عوام کیا چاہتے ہیں 161
- ستارے کیا کہتے ہیں 177

خاتمۂ کلام 187

مستقبل کا کشمیر

مہجور کی نظر میں

نوٚ کشیر

ژھاران اوٚسُس پگہٕک روداد
باغ میون کرگوھ ظلمہ نشہ آزاد
بوزھا توٚھی زنوانہ

تھزرس اکس پیٹھ لرِہ پان ترووٚم
سووٚم تن تہ من بیدار تھووٚم
بوزُم اکھ نوٚ وۍ ترانہ

بلبلس حاصل بنہ تاجدٲری
وارِل روزنس تابع سٲری
شاہ پانہ آسہِ ڈیڈوانہ

وقتہ اکہ لعل زیون چانن بالن
سون بنہ چانن سنگر مالن
موختہٕ وسہِ بارانہ

لوک بوڈ کنزور بیہ زوراور
روزہ نہ کا نہہ گوھن سأری برابر
آدمی بنہ انساناہ

(اس نظم کا اردو ترجمہ اگلے صفحے پیش کیا جارہا ہے۔)

نیا کشمیر

پروفیسر نذیر انجم

کر رہا تھا میں تلاش،
آنے والے کل کی رُودادِ نشاط انگیز کی
ظلم سے کب میرا سندر دیس پائے گا نجات
میں کہ تھا غیبی صدا کا منتظر

ایک چوٹی پر چڑھا اور سو گیا
جسم محوِ خواب تھا لیکن یہ دل بیدار تھا
میرے کانوں نے سنی
اک نئے نغمے کی گونج

ہوں گی خود یہ بلبلیں اپنے چمن کی حکمراں
یہ شکاری باز پھر ہو جائیں گے ان کے مطیع
کل کہیں دربان ہوں گے آج کے یہ حکمراں

اے وطن کے باسیو وہ وقت آئے گا ضرور
یہ پہاڑ اگلیں گے جب لعل و گہر
چوٹیاں پیدا کریں گی سیم و زر
آسماں سے موتیوں کی روز برسے گی پھوار

کوئی چھوٹا ہوگا نہ کوئی بڑا
ناتواں ہوگا نہ کوئی زوردار
امتیازِ رنگ و بو مٹ جائے گا
آدمی بن جائے گا
انسانِ کامل

اظہارِ ناشر

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ ہر شعبہ ہائے علم و زندگی میں کچھ شخصیات ایسی گذری ہیں جو کہ تاریخ کا حصہ ہیں یعنی ان کی کاوشوں کے بغیر مذکورہ شعبہ کی تاریخ یا تو نامکمل رہتی یا بعض صورتوں میں شاید تاریخ کا حصہ ہی نہ بنتی۔ جیسے فلسفہ میں سقراط، غزالی، طب میں جالینوس، فقہ میں امام ابوحنیفہ، فارسی شاعری میں حافظ اور خیام تاریخ میں ابنِ خلدون اور ڈرامہ میں شیکسپیئر وغیرہ ایسی شخصیات گذری ہیں جن کی ذات متعلقہ علوم و فنون کی پہچان ہیں، اور ان لوگوں نے اپنی زندگیاں متعلقہ شعبہ ہائے علوم و فنون کی ترویج میں وقف کر دیں۔

ایسی ہی گنی چُنی شخصیات میں ایک محترم جی ایم میر بھی ہیں جن کے تحقیقی کام کے بغیر کشمیر کی تاریخ اور تاریخ نویسی کا تذکرہ نامکمل رہے گا۔ میر صاحب عظیم حوصلے کے مالک وہ شخصیت ہیں جنہیں اپنے مافی الضمیر کو تقریر اور تحریر دونوں میدانوں میں بیان کرنے کا سلیقہ انتہائی خوبصورت انداز میں آتا ہے اور انہوں نے جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنے میں کبھی کسی حیل وحجت یا مصلحت سے کام نہیں لیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب کہیں بھی مسئلہ کشمیر کے حوالے سے پاکستان یا بھارت کے پالیسی سازوں نے ڈنڈی مارنے کی کوشش کی تو یہ جی ایم میر ہی تھے جنہوں نے انتہائی نامساعد حالات کے باوجود فوری طور پر مؤثر اور حقائق پر مبنی دلائل سے ان کی شاطرانہ چالوں کو نہ صرف کشمیریوں کے سامنے بے نقاب کیا بلکہ ان کے انتہائی مؤثر اور جامع جواب بھی تحریر فرمائے، مثال کے طور پر بھارت نے 27 اکتوبر 1947ء کو سری

نگر میں اپنی فوجیں اتار دیں اور ساتھ ہی یہ راگ الاپنا شروع کر دیا کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے اسے بھارت سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ میر صاحب نے پانچ ہزار سال کی تاریخ کھنگال ڈالی اور پھر تاریخی حقائق، نقشوں اور بھارتی حکومت کے ایسے اقدامات سے ثابت کر دیا کہ کشمیر کسی بھی دور میں بھارت کا حصہ نہیں رہا۔

بھٹو کا شملہ معاہدہ ہو، ضیاء کی چناب لائن پر تقسیم کی تجویز، یا ٹریک ٹو ڈپلومیسی کے تحت لائن آف کنٹرول کو مستقل سرحد بنانے کی پس پردہ کوشش۔ یہ جی ایم میر ہی تھے جنہوں نے کشمیریوں کے سامنے ان سازشوں کو بروقت بے نقاب کیا، یہ سلسلہ تقریباً گذشتہ نصف صدی سے جاری ہے اور پیرانہ سالی اور روز بروز گرتی ہوئی صحت کے باوجود وہ اپنے محاذ پر ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں۔

اگر چہ بعض اوقات انداز بیاں بات کو بدل دیا کرتا ہے مگر اپنی بات کو اس کے اصل مفہوم کے ساتھ بیان کرنے کا انداز میر صاحب سے بہتر شاید ہی کوئی جانتا ہو۔ مسئلہ کشمیر اور تاریخ کشمیر کے حوالے سے محترم میر صاحب کے کام سے کشمیریوں کی آنے والی نسلیں بھی مستفید ہوتی رہیں گی اور اگر یہ کہا جائے کہ جو کارنامے اس عظیم ہستی نے سرانجام دیئے ہیں ان کی وجہ سے کشمیریوں کی نسلیں میر صاحب کی مقروض رہیں گی تو یہ غلط نہ ہوگا۔

ناشر

ابتدائیہ

پاکستان کے سابق وزیر خزانہ اور مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کے قریبی ساتھی ڈاکٹر مبشر حسن صاحب ہمارے نہایت واجب الاحترام اور ہمدرد دوست ہیں۔ وہ اکثر و بیشتر مختلف تقریبات میں شرکت کے لیے میرپور آتے رہتے ہیں اور کشمیریوں کو درپیش مسائل پر نہایت مفید اور کارآمد مشوروں سے نوازتے رہتے ہیں۔

گزشتہ سال ایک ایسی ہی تقریب میں شرکت کے لیے وہ میرپور تشریف لائے اور جبیر ہوٹل میں ایک اجتماع سے خطاب فرمایا۔ اپنے خطاب میں انہوں نے کشمیری عوام کے سامنے ایک سوال پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا:

> ''اپنے وطن کی آزادی کے لیے آپ جو انتھک جدوجہد کر رہے ہیں وہ قابل تعریف ہے لیکن میں آپ سے صرف ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ یہ جو آپ کا آزاد اور خود مختار کشمیر ہوگا اس کی نوعیت کیا ہوگی؟ یہ کیسا آزاد ملک ہوگا؟ کیا یہ ایسا ہی آزاد ملک ہو گا جیسا کہ پاکستان ہے؟''

ڈاکٹر مبشر حسن کا یہ سوال بہت فکر انگیز تھا۔ جس نے حاضرین کو سوچ میں ڈال دیا۔ پاکستان کی مثال دے کر ڈاکٹر صاحب نے سوال کو آسان کر دیا۔ پاکستان کیسا آزاد ملک ہے؟ اس کا جواب ڈھونڈنے کے لیے ہمیں زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔ نامور کالم نگار منو بھائی نے اپنے کالم ''گریبان'' میں پاکستان مسلم لیگ (ج) کے صدر جناب حامد ناصر چٹھہ کا ایک بیان نقل کیا ہے۔ جس کا عنوان ''قیام پاکستان کے

پچاس سال بعد" ہے۔ بیان میں حامد ناصر چٹھہ صاحب نے کہا ہے:

- قیام پاکستان کے پچاس سال بعد غریبوں کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔
- عوام روٹی اور روزگار کے مسائل میں گھرے ہوئے ہیں۔
- لوگوں کو انصاف نہیں ملتا۔
- رشوت اور سفارش کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔

اگر ایسا ہی ہونا تھا اور ایسے ہی رہنا تھا تو ہندوستان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور پاکستان بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ سب تو ہندوستان میں رہ کر بھی ہو سکتا تھا۔

(منو بھائی۔ گریبان۔ روزنامہ "جنگ" 15 مئی 2006ء)

ظاہر ہے کشمیری عوام ایسا "آزاد و خودمختار" ملک تو نہیں چاہیں گے جس میں غریبوں کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو۔ عوام روٹی اور روزگار کے مسائل میں گھرے ہوئے ہوں۔ لوگوں کو انصاف نہ ملتا ہو رشوت اور سفارش کے بغیر کوئی کام نہ ہو سکتا ہو۔

ڈاکٹر مبشر حسن کا یہ سوال بدستور باقی ہے کہ کشمیری عوام کس قسم کا آزاد و خودمختار کشمیر چاہتے ہیں۔ یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑے گی کہ کشمیر میں حد متارکہ جنگ کے دونوں جانب درجنوں کے حساب سے سیاسی جماعتیں موجود ہیں۔ لیکن کسی کے پاس مستقبل کے لیے کوئی قابلِ عمل پروگرام نہیں ہے۔

نامور صحافی راجہ انور نے اپنے کالم "بازگشت" میں "آزادیٔ کشمیر" کے عنوان کے تحت اس صورتحال پر روشنی ڈالی ہے وہ رقم طراز ہیں:

"المیہ یہ ہے کہ کشمیر کی گنجلک صورتحال کا نہ تو اُن کے (مقبوضہ کشمیر والوں کے) پاس راہِ عمل موجود ہے نہ ہی ان کے (آزاد کشمیر والوں کے) پاس کوئی فارمولا ہے۔ کسی جماعت کے پاس نہ کوئی ترکیب ہے نہ تحریک۔ نہ کوئی تجزیہ ہے نہ کوئی ترغیب۔ بیشتر جماعتیں اور ان کے راہنما حالات کی دُم سے بندھے ہوئے وقت کی پگڈنڈیوں پر

گھسٹ رہے ہیں۔"

"نہ حد متارکہ جنگ کے اُس جانب کسی کے پاس واضح ناک نقشہ موجود ہے نہ اِدھر کسی کے پاس کوئی راستہ ہے۔ اِدھر بھی میاں مٹھو اور اُدھر بھی میاں مٹھو۔ پرتراشیدہ قیادت اور قفس سے مانوس سیاست۔"

"مقبوضہ کشمیر کا رقبہ 64000 کلومیٹر کے لگ بھگ ہے۔ جبکہ حریت کانفرنس صرف وادی سری نگر کے 2800 مربع میل علاقے کی نمائندگی کرتی ہے۔ حریت کی ساری قیادت کا تعلق صرف اسی ایک علاقے سے ہے۔ لہٰذا انہیں پورے مقبوضہ کشمیر کا نمائندہ قرار دینا ممکن نہیں۔"

(راجہ انور۔ آزادیٔ کشمیر۔ روزنامہ "جنگ" 15 مئی 2006ء)

تقسیم برصغیر سے قبل جب ریاست جموں و کشمیر بھی ایک متحدہ وحدت کی حیثیت رکھتی تھی، کشمیر کے لیڈروں میں سے شیخ محمد عبداللہ مرحوم وہ واحد لیڈر تھے جنہوں نے "نیا کشمیر" کے نام سے اپنی پارٹی کا ایک جامع پروگرام پیش کیا اور بعد میں جب انہوں نے کشمیر کا اقتدار سنبھالا تو "نیا کشمیر" کے مطابق ریاست جموں و کشمیر سے جاگیرداری کے فرسودہ نظام کا خاتمہ کر دیا۔ برصغیر جنوبی ایشیا میں کشمیر وہ واحد خطہ ہے جہاں سے جاگیرداری کی لعنت کو ختم کر دیا گیا ہے۔ ورنہ بنگلہ دیش، بھارت اور پاکستان میں یہ عوام دشمن لعنت اب تک موجود ہے۔ بھارتی حکمرانوں کو شیخ محمد عبداللہ کے یہ انقلابی اقدامات راس نہ آئے اور انہیں گلمرگ میں ایک ترقیاتی اجلاس کے دوران برطرف کر کے گرفتار کر لیا گیا۔

جموں و کشمیر کا جغرافیائی اور تاریخی پس منظر انتہائی تابناک اور قابل فخر رہا ہے۔ ہمالیہ، قراقرم اور ہندوکش کے سربفلک سلسلہ ہائے کوہ کے درمیان قدرت کے

ہاتھوں جنم لینے والی یہ جنت ارضی ہزاروں سال کے شاندار تاریخی ورثے کی امین ہے۔ ماضی میں وسطی ایشیا کے ممالک میں اسے ایک بلند مقام حاصل رہا ہے۔ اس کی مبسوط تاریخ ساڑھے پانچ ہزار سال پر پھیلی ہوئی ہے۔ ماضی میں اس کی جغرافیائی سرحدیں مہاراجہ للتادت، مہاراجہ اونتی ورمن، سلطان شہاب الدین اور سلطان زین العابدین کے ادوار میں، مشرق میں قنوج اور متھرا تک، جنوب میں سندھ تک، مغرب میں کابل تک اور شمال میں کاشغر اور بخارا تک وسیع رہی ہیں۔

پاکستان کے نامور مورخ ڈاکٹر مبارک علی کا ارشاد ہے کہ

"کشمیر کی ساڑھے چار ہزار سال کی معلوم تاریخ میں صرف 609 سال کا عرصہ غیر ملکی غلامی میں گزرا ہے جو کہ کل عرصہ کا 13 فیصد بنتا ہے۔ بقیہ 87 فیصد عرصہ تک کشمیر سیاسی طور پر علیحدہ اکائی رہا ہے۔"

(ڈاکٹر مبارک علی۔ "پاکستان کی سیاسی تاریخ" صفحہ ۱۱۴)

کشمیری قوم کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ یہ اسرائیل کے بعد دنیا کے قدیم ترین کیلنڈر کی حامل رہی ہے۔ اسرائیل کا کیلنڈر، کشمیری کیلنڈر سے 684 سال قدیم ہے۔ یعنی اس کا آغاز ولادت مسیح سے 3760 سال پہلے ہوا تھا۔ جبکہ کشمیری کیلنڈر کا آغاز 3075/76 قبل مسیح میں ہوا۔ اس لحاظ سے آج 2007ء میں کشمیری کیلنڈر کا سن 5082ء جاری ہے۔ اپنی ہزاروں سال کی تاریخ میں کشمیر سوائے گزشتہ چار صدیوں کے ہمیشہ ایک آزاد و خودمختار مملکت کی حیثیت سے اقوام عالم میں ایک باعزت مقام کا حامل رہا ہے۔

اس کتاب میں ہم نے جموں کشمیر کے اقتصادی وسائل کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا ہے۔

دنیا میں کئی ممالک ایسے ہیں جو اپنے چند وسائل پر یا صرف ایک ذریعہ آمدن کے بل بوتے پر ترقی کی منزلیں طے کر کے خوشحالی کے دور میں داخل ہو چکے ہیں۔

مثال کے طور پر:

- آئس لینڈ کی قومی آمدن کا 80% صرف ماہی گیری سے حاصل ہوتا ہے۔
- مڈغاسکر کی قومی آمدن کا 50% کافی (Coffee) کی آمدن سے حاصل ہوتا ہے۔
- ماریشس کی قومی آمدن کا دارومدار صرف گنے کی پیداوار پر ہے۔
- بہاماز کی قومی آمدن کا 50% حصہ سیاحت سے حاصل ہوتا ہے۔
- نمیبیا کی قومی آمدن کا نصف حصہ کان کنی سے حاصل ہوتا ہے۔

لہٰذا جس ملک کے پاس اتنے بے پناہ وسائل ہوں جن کا اس کتاب کے صفحات میں ذکر کیا گیا ہے، اس کے شاندار مستقبل کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کرنا تجاہل عارفانہ کے سوا اور کیا کہلا سکتا ہے۔

جی ایم میر

پہلا حصہ (اقتصادی پہلو)

قدرت کے عظیم ترین عطیات

(الف) آبی وسائل
(ب) معدنیات کے بیش بہا خزانے
(ج) قدرت کی طرف سے کشمیر کو عطا ہونے والی ایک اور نعمت اور جڑی بوٹیاں
(د) سیاحوں کی جنت .... کشمیر

(الف)   آبی وسائل

راقم الحروف (مصنف) ایک بار کسی مضمون کی تیاری کے سلسلہ میں اعداد و شمار کی تلاش میں آزاد کشمیر کے محکمہ برقیات کے ایک نوجوان افسر کے پاس گیا۔ اعداد و شمار تو مجھے مل گئے لیکن دوران گفتگو مذکورہ افسر نے ایک ایسی حقیقت کا اظہار کیا جو میرے ذہن پر نقش ہو کر رہ گئی۔ انہوں نے کہا:

> ''اگر ہمارے وطن جموں و کشمیر میں اور کچھ بھی پیدا نہ ہوتا ہو پھر بھی قدرت کی بخشی ہوئی پانی کی عظیم دولت کے سہارے، ہم چند سال کے اندر اپنے وطن کو اقتصادی طور پر ترقی کے بام عروج تک پہنچا سکتے ہیں اور اپنے پڑوس کے ممالک کو کہیں پیچھے چھوڑ سکتے ہیں۔''

اس لحاظ سے کشمیر واقعی ایک خوش قسمت سرزمین ہے جہاں سر بفلک بلند چوٹیوں کی تعداد 300 کے قریب ہے اور گلیشیئرز کی تعداد 86 ہے۔ ان چوٹیوں اور گلیشیئرز پر ہر سال موسم سرما میں برف جمع ہوتی رہتی ہے اور پھر موسم گرما کے آنے پر یہی برف پگھل کر ندیوں اور نالوں کے ذریعے دریاؤں کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ کشمیر میں چھوٹے بڑے دریاؤں کی تعداد 45 ہے۔ ان دریاؤں کا پانی نہ صرف زمینوں کی آب پاشی کے کام آتا ہے۔ بلکہ یہ برقی قوت مہیا کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ ان دریاؤں پر ایک سے زیادہ مقامات پر بند باندھ کر ہائیڈرو الیکٹرک پاور پیدا کی جا سکتی ہے، جس سے اپنے ملک کی تعمیر و ترقی کا کام لینے کے علاوہ ہمسایہ ممالک کو

برآمد کر کے خطیر رقوم میں زرِ مبادلہ کمایا جا سکتا ہے۔

حال ہی میں اخبارات میں ایک خصوصی رپورٹ شائع کی گئی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ ایک کھرب روپے کی خطیر لاگت سے کوہالہ کے مقام پر ایشیاء کے پہلے زیرِ زمین ہائیڈرو پروجیکٹ پر اگلے ماہ کام شروع ہو جائے گا۔ عوامی جمہوریہ چین کی ایک کمپنی یہ کام شروع کرنے والی ہے۔ منصوبہ آٹھ برس میں مکمل ہو جائے گا اور اس سے 969 میگا واٹ بجلی پیدا کی جائے گی۔ آزاد کشمیر کی اپنی ضروریات 300 میگا واٹ ہے بقیہ 669 میگا واٹ بجلی پاکستان کو فروخت کی جائے گی جس سے آزاد کشمیر کو سالانہ 10 ارب روپے کی آمدن ہو گی۔ اقتصادی طور پر مستقبل کے کشمیر کا یہ ایک نہایت مبارک اور منافع بخش آغاز ہو گا۔

(روزنامہ "جنگ" 12 فروری 2007ء)

یہ رپورٹ جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ ہماری آج کی نوجوان نسل اور آنے والی نسلوں کیلئے ایک "چشم کشا" (Eye Opener) کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ کوہالہ کے مقام پر ایک زیرِ زمین ہائیڈرل پروجیکٹ پر کام شروع ہو گا جو آٹھ سال کے عرصہ میں عوامی جمہوریہ چین کی مدد سے مکمل ہو گا اور اس سے 969 میگا واٹ بجلی پیدا کی جائے گی جس میں سے 300 میگا واٹ کشمیر کے اپنے کام آئے گی اور 669 میگا واٹ پاکستان کو فروخت کی جائے گی جس سے آزاد کشمیر کو سالانہ 10 ارب روپے کی آمدن ہو گی۔

اس موقعہ پر ہم یہ یاد دلانے کی جسارت کر رہے ہیں کہ آج سے ٹھیک 40 سال قبل منگلا کے مقام پر اسی نوعیت کا ایک ہائیڈرل پراجیکٹ تکمیل کو پہنچا تھا جس میں ایک ہزار میگا واٹ (1000 میگا واٹ) بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت تھی اور جواب تک کامیابی سے یہ خدمت انجام دے رہا ہے اور اس سے پاکستان کی برقی ضروریات کا 35 فیصد حصہ پورا ہو رہا ہے لیکن آزاد کشمیر اس کے منافع (رائلٹی) سے

محروم چلا آ رہا ہے۔ اس تمام عرصہ میں غریب کشمیری عوام اپنے اس جائز حق کے حصول کیلئے کتنی جدوجہد کرتے رہے ہیں یہ طویل کہانی ہے۔ ہم تفصیل میں جا کر آپ کا وقت ضائع نہیں کریں گے۔ صرف چیدہ چیدہ باتیں پیش کرنے کی جسارت کریں گے۔

- 4 اپریل 1988ء کو پاکستان کے وزیرِ منصوبہ بندی ڈاکٹر محبوب الحق نے مظفر آباد میں یہ خوشخبری سنائی کہ منگلا ڈیم کی رائلٹی کا معاملہ قومی مالیاتی کمیشن میں پیش کیا جائے گا۔
- مئی 1988ء میں قومی مالیاتی کمیشن کے اجلاس میں منگلا میں پیدا ہونے والی بجلی کا خالص منافع آزاد کشمیر کو دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس وقت یہ رقم دو ارب روپے بنتی تھی۔
- تین سال گزر گئے لیکن کچھ نہ ہوا۔ 21 جون 1991ء کو روزنامہ جنگ لاہور نے اطلاع دی کہ مالیاتی کمیشن نے صوبوں کو بجلی اور گیس کی رائلٹی دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس فیصلہ کے تحت صوبہ سرحد کو تربیلا ڈیم کی 5.5 ارب روپے رائلٹی ملے گی۔ منگلا کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔
- 1993ء میں صوبہ سرحد کو 6 ارب 82 کروڑ روپے رائلٹی ادا کی گئی، آزاد کشمیر بدستور محروم رہا۔
- مارچ 1993ء میں صدر آزاد کشمیر سردار محمد ابراہیم خان نے مطالبہ کیا کہ پاکستان کی مرکزی حکومت منگلا ڈیم کی رائلٹی اور کسٹم ڈیوٹی میں ہمارا حصہ ہمیں ادا کرے تو ہمیں کسی امداد یا قرضہ کی ضرورت نہیں رہے گی۔
- جون 1994ء میں آزاد کشمیر کے وزیرِ مالیات راجہ ذوالقرنین (موجودہ صدر) نے منگلا ڈیم کی رائلٹی کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ رائلٹی کی ادائیگی ہو جانے پر ہم اپنے اخراجات میں خودکفیل ہو جائیں گے۔ اس سال ایک تخمینہ کے

مطابق آزاد کشمیر کو رائلٹی کے 3.5 ارب روپے ملنے چاہیے۔

- 1995ء میں آزاد کشمیر کے چوٹی کے رہنما سردار محمد عبدالقیوم خان (جو صدر اور وزیراعظم کے مناصب پر کئی بار متمکن رہ چکے ہیں) نے دوبئی میں بھارتی ٹی وی (زی ٹی وی) کو انٹرویو دیتے ہوئے یہ انکشاف کیا کہ "منگلا بند کی رائلٹی کے حساب میں آزاد کشمیر کا پاکستان کی طرف پانچ کھرب روپیہ بنتا ہے" بعد میں 29 نومبر 1995ء کو انہوں نے اسلام آباد میں صحافیوں سے ایک خصوصی انٹرویو میں یہی بات دہرائی کہ:

"حکومت پاکستان کو منگلا بند کی رائلٹی کی مد میں پانچ کھرب سے زائد رقم ادا کرنی ہوگی۔"

سردار صاحب نے یہ اعلان 1995ء میں کیا تھا، تب سے بارہ سال اور گزر گئے ہیں....

- 1998ء میں آزاد کشمیر کے وزیر خزانہ نے منگلا ڈیم کی رائلٹی اور کشمیر پراپرٹی کی آمدن کا تخمینہ سات ارب روپیہ لگایا تھا۔

یہ سلسلہ اب تک یونہی چل رہا ہے۔ اگر کشمیر کے مستقبل کو خوشحال اور ترقی یافتہ بنانا ہے تو اس ناانصافی کا ازالہ کرنا ہوگا۔ کشور کشمیر کی تمام قومی آمدن کی حفاظت کرنا ہوگی اور اسے اپنے ملک کی تعمیر و ترقی پر خرچ کرنا ہوگا۔

اگلے صفحات میں ہم پانی کی دولت کے اس عظیم عطیہ خداوندی کی تفصیل پیش کر رہے ہیں۔

کشمیر کی سر بفلک چوٹیاں

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کشمیر کے کوہستانی سلسلے میں بلند و بالا چوٹیوں کی تعداد 300 کے قریب ہے۔ ذیل میں ہم صرف ان چوٹیوں کا ذکر کر رہے ہیں، جن کی بلندی 24000 فٹ تک ہے۔ ان کی تعداد 50 ہے۔ ذیل میں ان ہی کی تفصیل دی جا رہی ہے۔

جموں و کشمیر کی یہ چوٹیاں آبی وسائل میں خاطر خواہ اضافہ کرنے کے علاوہ کوہ پیمائی کے شوقین سیاحوں کے لیے مقناطیسی کشش رکھتی ہیں۔ آج سے 16 سال قبل اکتوبر 1991ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں سیاحت کے وزیر مملکت شاہزادہ محی الدین نے حاجی جاوید اقبال چیمہ کے سوال کے جواب میں بتایا تھا کہ گزشتہ پانچ سال کے دوران 2362 کوہ پیما پاکستان آئے۔

("دی نیشن" 22 اکتوبر 1991ء)

نام چوٹی	بلندی (میٹر)	بلندی (فٹ)	محل وقوع
K-2	8611	28251	بلتستان
نانگا پربت	8125	26656	دیامر۔گلگت
گیشر بروم I	8068	26470	بلتستان
براڈ پیک	8047	26400	بلتستان
گیشر بروم II	8035	26362	بلتستان

نام چوٹی	بلندی (میٹر)	بلندی (فٹ)	محل وقوع
بروڈپیک جنوبی	8016	26302	بلتستان
گیشر بروم III	7952	26089	بلتستان
گیشر بروم IV	7925	26000	بلتستان
دست گل سر	7885	25869	گلگت
میشر بروم	7821	25659	بلتستان
نانگاپربت شمالی	7816	25643	دیامر۔گلگت
میشر بروم جنوبی	7806	25610	بلتستان
راکاپوشی	7788	25551	گلگت
بتورا۔I	7785	25541	گلگت
گیشر بروم مشرقی	7772	25490	بلتستان
کنجوت سر	7760	25460	گلگت
ستورو کنگری	7742	25400	بلتستان
بتورا۔II	7730	25360	گلگت
تریوور (Trivor)	7720	25328	گلگت
دست گل سر مشرقی	7700	25262	گلگت
فلچن ری شمالی	7700	25262	بلتستان
ساسر کنگری	7672	25170	لداخ
چوغولیسا (جنوب مشرقی)	7665	25148	بلتستان
چوغولیسا (شمال مشرقی)	7654	25112	بلتستان
شپری	7619	24997	بلتستان
سنکیانگ کنگری	7554	24751	بلتستان

نام چوٹی	بلندی (میٹر)	بلندی (فٹ)	محل وقوع
ماموش تھنگ کنگری III	7525	24688	بلتستان
ساسر کنگری II	7513	24649	بلتستان
بتورا۔III	7500	24606	گلگت
ساسر کنگری III	7495	24590	بلتستان
پوماری شش	7492	24580	گلگت
کے ٹویلو (کے 12)	7468	24501	بلتستان
تیرم کنگری I	7463	24485	بلتستان
سیاہ کنگری	7455	24489	بلتستان
مالوبیٹنگ	7453	24452	گلگت
فنام کھوری	7415	24327	بلتستان
تیرم کنگری II	7406	24298	بلتستان
حراموش	7397	24268	گلگت
رولتر	7388	24239	گلگت
رنگ مو I	7385	24229	بلتستان
تیرم کنگری III	7382	24219	بلتستان
شرپی کنگری مشرقی	7380	24213	بلتستان
رنگ مو شمالی	7373	24190	بلتستان
سکیل بروم	7360	24147	بلتستان
پوماری شش جنوبی	7350	24114	بلتستان
پیرامڈ پیک	7350	24114	بلتستان
کارنگو	7350	24114	بلتستان

مومہل سر	7342	24088	گلگت
کوہ گھنگھٹ	7342	24088	گلگت
نون کن	7135	23403	زنسکار

گلیشئرز

جموں وکشمیر کے شمالی علاقہ جات میں چھوٹے بڑے گلیشئرز کی کل تعداد 86 ہے چند بڑے گلیشئرز کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

سیاچن گلیشئر:

اس کی کل لمبائی 50 میل ہے اور رقبہ 450 مربع میل ہے۔ قطبین کو چھوڑ کر یہ دنیا کا سب سے بڑا گلیشئر ہے۔ یہ سلسلہ قراقرم کے مشرقی خطے میں واقع ہے۔

بلتورو گلیشئر:

اس کی لمبائی 35 میل ہے اور رقبہ 290 مربع میل ہے۔ یہ سلسلہ قراقرم میں ماشربروم کے شمال میں واقع ہے۔

ہسپر گلیشئر:

اس کی لمبائی 35 میل ہے اور رقبہ 240 مربع میل ہے۔ گلگت میں کنجوت سرچوٹی کے جنوب میں واقع ہے۔

ریمو گلیشئر:

اس کی لمبائی 30 میل ہے اور رقبہ 235 مربع میل ہے لداخ میں نوبرہ کے شمال میں سنکیانگ کی سرحد کے قریب واقع ہے۔

بیافو گلیشیئر :

اس کی لمبائی 37 میل ہے۔ قراقرم میں درۂ ہسپر کے جنوب میں واقع ہے۔

بتورہ گلیشیئر :

اس کی لمبائی 36 میل ہے۔ گلگت میں ہنزہ کے شمال میں واقع ہے۔

درجراب گلیشیئر :

اس کی لمبائی 24 میل ہے۔ یہ دست گل سر اور کنجوت سر کے درمیان واقع ہے۔

گیشیئر بروم گلیشیئر :

شمالی بلتستان میں گیشیئر بروم چوٹی کے قریب، سیاچن اور بلتورہ کے درمیان واقع ہے اس کی لمبائی 12 میل ہے۔

چوغالنگما گلیشیئر :

حراموش اور راکاپوشی کے درمیان واقع ہے۔

اوپر کے مضمون میں آپ نے قدرت کاملہ کی کشمیر کو عطا ہونے والی اس عظیم رحمت کا مختصر جائزہ ملاحظہ کیا ہے جو چوٹیوں اور گلیشیئر ز کی صورت میں اس سرزمین میں بہنے والے 45 دریاؤں کو جنم دیتی ہیں، جن سے کشمیر کے علاوہ برصغیر کے ایک حصہ کی آب پاشی بھی ہوتی رہتی ہے اور اس سے برقی قوت پیدا کرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

کشمیر کے دریا (پانی کے بیش بہا ذرائع)

جموں و کشمیر میں بہنے والے دریاؤں کی مجموعی تعداد 45 ہے۔ جن میں سے آٹھ دریا بڑے ہیں۔ چھوٹے بڑے گلیشیئر ز کی کل تعداد 86 ہے۔ یہ دریا اور گلیشیئر ز قدرت کی طرف سے کشور کشمیر کو عطا کی جانے والی بہت بڑی قوت ہیں۔ ان سے حاصل ہونے والے پانی سے نہ صرف مملکت کے طول و عرض کو سیراب کیا جا سکتا ہے بلکہ لاکھوں کلوواٹ بجلی بھی پیدا کی جا سکتی ہے۔ کشور کشمیر کے مستقبل کو روشن و تابناک بنانے میں اس آبی دولت کا بڑا ہاتھ ہوگا۔ ہم یہاں چیدہ چیدہ دریاؤں کا حال بیان کرتے ہیں۔

دریائے سندھ:

یہ دریا مغربی تبت میں 17 ہزار فٹ کی بلندی پر جھیل مانسرور سے جنم لیتا ہے اور لداخ میں داخل ہو کر تین سو میل تک لداخ اور زنسکار کے درمیان سے سفر جاری رکھتا ہے۔ گلگت میں داخل ہو کر اس کا رخ جنوب کی جانب ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے علاقہ میں داخل ہو کر تربیلا کے مقام پر اس پر ایک عظیم بند بنایا گیا ہے۔ آگے چل کر پاکستان کے سارے دریا اس میں ضم ہو جاتے ہیں اور آخر کار کراچی کے مقام پر یہ بحیرہ عرب میں گر جاتا ہے۔ دریائے سندھ کی کل لمبائی اپنے منبع سے کراچی تک 1800 میل ہے۔ دریائے سندھ کے معاون دریاؤں میں زنسکار ندی، دراس ندی، شگر ندی اور استور ندی وغیرہ شامل ہیں۔

دریائے شیوک:

لداخ کے شمال میں شیوک کے نام سے ایک دریا نکلتا ہے جو جنوب مشرق کی طرف بہتا ہوا ندی نالوں کو ساتھ لیتا ہوا چپلو سے گزر کر دریائے سندھ میں جا گرتا ہے۔ اس کے معاون دریاؤں میں چپ چاپ ندی، گل وان ندی، چنگ چن مونڈی، ستو رونڈی اور پام گا تگ ندی شامل ہیں۔

دریائے گلگت:

دریائے گلگت صوبہ گلگت کے انتہائی شمال کے مختلف گلیشیئرز اور وادیوں سے بہہ کر آنے والے چھوٹے دریاؤں اور ندیوں کے اجتماع سے بنتا ہے۔ جن میں خنجراب ندی، گجراب ندی، مسگر ندی، چپرسن ندی، شمشال ندی، ہنزہ ندی، اشکومن ندی، یٰسین ندی اور غزر ندی شامل ہیں۔ گاکوچ سے آگے اس کا نام دریائے گلگت ہے۔ یہ شیر قلعہ سے ہوتا ہوا گلگت شہر میں جا پہنچتا ہے۔ جہاں اس میں شمال کی طرف سے آنے والا دریائے ہنزہ شامل ہو جاتا ہے۔ گلگت سے جنوب مشرق کی سمت 30 کلومیٹر کے بعد یہ دریائے سندھ میں شامل ہو جاتا ہے۔

دریائے نیلم (کشن گنگا):

دریائے نیلم صوبہ کشمیر میں وادی تلیل میں جنم لیتا ہے اور برزل نالہ کو ساتھ لے کر وادی نیلم میں داخل ہو جاتا ہے۔ جنوب مغرب کی طرف بہتا ہوا مظفر آباد پہنچ کر یہ دریائے جہلم میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کی کل لمبائی 180 میل ہے۔ اس دریا میں برقی قوت پیدا کرنے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے۔

دریائے نیلم کے معاون نالوں اور ندیوں میں رامن ندی، برزل ندی، مڑہل نالہ، کیلاب نالہ اور سرگن نالہ شامل ہیں۔ ٹیٹوال کے قریب وادی کرناہ کی ندیوں کا پانی قاضی ناگ ندی میں جمع ہو کر دریائے نیلم میں شامل ہو جاتا ہے۔

دریائے جہلم:

رگ وید میں اس کا نام وتستا لکھا ہوا ہے۔ یونانی اسے ہیڈا سپیس (Hidaspes) کہتے ہیں۔ جبکہ کشمیری زبان میں اسے ویتھ (Veth) کہتے ہیں۔ دریائے جہلم کا منبع چشمہ ویری ناگ ہے جو سطح سمندر سے 6 ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ شاہ آباد ڈورو، اسلام آباد، بج بہاڑہ، اونتی پورہ، سری نگر، سوپور، بارہ مولہ، اوڑی، مظفر آباد اور کوہالہ اسی دریا کے کنارے آباد ہیں۔ پاکستان میں جہلم، پنڈ دادن خان، بھیرہ اور خوشاب دریائے جہلم کے کنارے آباد ہیں۔ وادی کشمیر میں 90 میل تک اس میں کشتی رانی ہوتی ہے۔ اسلام آباد میں سطح سمندر سے اس کی بلندی 5400 فٹ، سری نگر میں 5235 فٹ اور جھیل وولر میں 5180 فٹ ہے۔ یعنی پہلے 30 میل میں اس میں 165 فٹ کی فال (Fall) ہے۔ جبکہ دوسرے 24 میل میں یہ فال (Fall) 55 فٹ بنتی ہے۔ بارہ مولہ سے 190 میل کا سفر طے کر کے اس کی بلندی میں (سطح سمندر سے) 4000 فٹ کا فرق پڑتا ہے۔ مورخ یوسف صراف اور دیگر مورخین نے اسے termendous Potentiality for Hydro Electricity قرار دیا ہے۔ منگلا کے مقام پر بند باندھ کر ایک بجلی گھر بنایا گیا ہے۔ جو ایک ہزار میگا واٹ بجلی بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

جہلم کے معاون دریاؤں میں آرہ پتھ، ساندرن، برنگی، لدر، ویشو، دودھ گنگا، سندھ ندی، پوہرو ندی اور کنہار ندی شامل ہیں۔

دریائے پونچھ:

دریائے پونچھ سلسلہ پیر پنجال میں نیل کنٹھ گلی اور جمیاں گلی سے نکلتا ہے۔ یہاں اس کا نام دریائے سرن ہے۔ پونچھ شہر سے یہ دریا کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ وادی پونچھ سے نکلتے وقت اس میں سواں نالہ شامل ہو جاتا ہے اور آخر کار چوکھ کے

مقام پر منگلا جھیل میں شامل ہو جاتا ہے۔ پونچھ شہر، سہیڑا، ستہ پانی اور کوٹلی کے شہر دریائے پونچھ کے کنارے آباد ہیں۔

دریائے چناب:

بھارت کے صوبہ ہماچل پردیش میں لاہول کے علاقے میں دو ندیاں چندرا اور بھاگا مل کر کیلانگ کے مقام پر دریا کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور اس کا نام دریائے چندرا بھاگا پڑتا ہے۔ یہ شمال مغرب کی طرف بہتا ہوا ریاست جموں و کشمیر میں داخل ہو جاتا ہے۔ ارتھل اور کشتواڑ سے ہوتا ہوا یہ اپنا رخ موڑ کر جنوب کی سمت میں بہنے لگتا ہے۔ کشتواڑ میں شمال کی طرف سے آنے والا دریا واڑون اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ جنگل وار اور رام بن سے ہوتا ہوا یہ جنوب مغرب کا رخ اختیار کر کے سلال کے مقام پر پہنچتا ہے جہاں حکومت نے اس دریا پر ایک بڑا بند تعمیر کیا ہے۔ جس سے بجلی پیدا کرنے کے علاوہ آب پاشی کے لیے پانی حاصل کیا جاتا ہے۔ پنجاب میں داخل ہونے کے بعد اس سے اپر چناب کینال نکالی گئی ہے۔ دریائے چناب کے معاون دریاؤں میں دریائے واڑون، دریائے توی اور مناور توی شامل ہیں۔

دریائے راوی:

دریائے راوی کا نام رگ وید میں ''ایراوتی'' لکھا ہے۔ یونانیوں نے اسے Hydroades کا نام دیا تھا۔ راوی بھارت کے صوبہ ہماچل پردیش میں جنم لیتا ہے اور مغرب کی جانب بہتا ہوا چمبہ سے گزر کر جموں میں داخل ہو جاتا ہے اور سرحد کے ساتھ ساتھ بہتا ہوا کٹھوعہ کے قریب پنجاب میں داخل ہو جاتا ہے۔ 450 میل کا سفر طے کر کے دریائے چناب میں شامل ہو جاتا ہے۔

کشمیر میں مزید پندرہ ڈیم بنانے کا پاکستانی منصوبہ

اکتوبر 1991ء میں پاکستان کے وفاقی وزیر امور آب و برق جناب محمد یوسف نے نیشنل اسمبلی کو بتایا کہ حکومت کالا باغ ڈیم اور بھاشا ڈیم بنانے کے علاوہ مزید 30 ڈیم بنانے کا ارادہ رکھتی ہے تا کہ لوڈ شیڈنگ سے نجات حاصل کی جا سکے۔ اس خبر کا عکس اگلے صفحہ پر پیش کیا جا رہا ہے۔ جب اس خبر کی تفصیل پر غور کیا جائے تو ان مجوزہ 30 ڈیموں میں سے نصف تعداد یعنی 15 ڈیم کشمیر میں بنائے جائیں گے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ڈیم کا نام	دریا	محل وقوع
بونجی ڈیم	سندھ	گلگت
رکھیوٹ ڈیم	سندھ	گلگت
یولور یلبو ڈیم	سندھ	سکردو
کوہالہ ڈیم	جہلم	مظفر آباد
داروٹ ڈیم	جہلم	پونچھ
اسکردو ڈیم	سندھ	سکردو
یوگو ڈیم	شیوک	سکردو

ڈیم کا نام	دریا	محل وقوع
تنگس ڈیم	سندھ	سکردو
کانچ ڈیم	گلگت	گلگت
نیلم ڈیم	جہلم	مظفرآباد
عباسیان ڈیم	جہلم	مظفرآباد
ماہل ڈیم	جہلم	مظفرآباد
آزادپتن ڈیم	جہلم	پونچھ
شیر قلعہ ڈیم	گلگت	گلگت
ست پارہ ڈیم	ست پارہ	سکردو

The Nation

AN INDEPENDENT NATIONAL DAILY

LAHORE, RABI-US-SANI 13, 1412, TUESDAY, OCTOBER 22, 1991

■ Plan to meet power loadshedding

Kalabagh, Bhasha, 30 other dams to be built

ISLAMBAD-- Federal Minister for Water and Power, Jam Mohammad Yousuf, told the National Assembly that the government was intended to build 30 new dams, besides Kalabagh and Bhasha Dams to get rid of power load shedding.

He said the sites identified for 30 other dams was as follow:

Name of Dam	River/Stream	Location
Dasu	Indus	Kohistaan--NWFP
Bunji*	Indus	Gilgit-Northern Area
Thakot	Indus	Kohistan--NWFP

Patan	Indus	Kohistan--NWFP
Rakhiot*	Indus	Gilgit-Northern Area
Yulorpt Yulbo*	Indus	Skardu-Northern Area
Kohala*	Jehlum	Muzaffarabad-AJK
Munda	Swat	Swat--NWFP
Darot*	Jehlum	Poonch-AJK
Skardu*	Indus	Skardu-Northern Area
Yugo*	Shyok	Skardu-Northem Area
Tungas*	Indus	Skardu-Northern Area
Kanch*	Gilgit	Gilgit-Northern Area
Neelum*	Jehlum	Muzaffarabad-AJK
Suki-Kinari	Kunhar	Mansehra--NWFP
Naran	Kunhar	Mansehra--NWFP
Patrind	Kunhar	Mansehra--NWFP
Abbasian*	Jehlum	Muzaffarabad-AJK
Mahl*	Jehlum	Muzaffarabad-AJK
Azadpattan*	Jehlum	Poonch-AJK
Kalam	Swat	Kalam--AJK
Mirkhani	Chitral	Chitral-NWFP
Khazana	Panjdora	Swat--NWFP
Kalanghi	Swat	Swat--NWFP
Sher Qila*	Gilgit	Gilgit-NWFP
Gomal Mam	Gomal	Waziristan--NWFP
Tand Zam	Tank Zam	D.I. Khan--NWFP
Hingol	Hindon	Lasbela--Balochistan
Papin	Wadalakas	Rawalpindi-Punjab
Satpara*	Satpara	Skarachi-Northern Area

* This sign indicates that these places are located in Kashmir.

کشمیر کے دریاؤں پر پندرہ ڈیم بنانے کا پروگرام بنانے والے پاکستانی
حکمران اس صورتحال سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں جو کالا باغ ڈیم کے سلسلے میں
پاکستان کے تین صوبوں سندھ، سرحد اور بلوچستان میں درپیش ہے۔ قارئین کی توجہ

کے لیے ہم اس صورتحال کی چند جھلکیاں پیش کرتے ہیں۔

(الف) ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی نے اپنے کالم معیشت کی جھلکیاں میں لکھا ہے:

''حکومت نے چند ہفتے قبل کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے ضمن میں اعلان کر کے صورتحال کو مزید سنگین کر دیا ہے۔ سندھ اور سرحد کے سیاسی رہنماؤں کے انتہائی دھمکی آمیز بیان آ رہے ہیں۔ سندھ، سرحد اور بلوچستان کی اسمبلیاں پہلے ہی کالا باغ ڈیم کے خلاف قراردادیں پاس کر چکی ہیں۔ عالمی بنک کا یہ بیان بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ اگر تمام صوبے متفق نہ ہوئے تو کالا باغ ڈیم کے لیے قرضہ نہیں مل سکے گا۔ اس پس منظر میں صدر پرویز مشرف کا کراچی میں یہ کہنا ناقابل فہم ہے کہ ''اتفاق رائے یا عدم اتفاق رائے، میں ملک کی بہتری کے لیے ڈیم بنانے کا اعلان کر دوں گا۔'' ڈیم کی مخالفت میں جو بیانات آ رہے ہیں ان میں چند یہ ہیں۔

- صدر پرویز مشرف کو پاکستان اور کالا باغ ڈیم میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ اگر کالا باغ ڈیم بننے پر تین صوبے الگ ہو جاتے ہیں تو کیا پاکستان قائم رہ سکتا ہے۔ (صدر پی پی پارلیمینٹرین)

- کالا باغ ڈیم بنانے کے ارادے سے پاکستان کے وفاق کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ (سینٹ میں قائد حزب اختلاف)

- پنجاب کے عوام خود فیصلہ کریں کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ پاکستان یا کالا باغ ڈیم۔ (صدر عوامی نیشنل پارٹی)

- کالا باغ ڈیم دراصل سندھ اور پاکستان دشمن منصوبہ ہے یہ سندھ کی تباہی کے مترادف ہے۔ (سندھ اسمبلی میں تحریک)

- کالا باغ ڈیم سندھ کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ سندھ حکومت میں شامل تمام اتحادی جماعتوں اور سندھ کے عوام نے اس منصوبے کو مسترد کر دیا ہے۔ (وزیر اعلیٰ سندھ)

متذکرہ بالا بیانات کالا باغ ڈیم کے ضمن میں صوبوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں اس حقیقت کو بہرحال تسلیم کیا جانا چاہیے کہ کالا باغ ڈیم کے ضمن میں چھوٹے صوبوں کے خدشات کو غیر حقیقت پسندانہ نہیں کہا جا سکتا۔

(ڈاکٹر شاہد حسین صدیقی۔ روزنامہ ''جنگ'' 2 جنوری 2006ء)

(ب) عوامی نیشنل پارٹی کے سیکرٹری جنرل فرید طوفان نے اعلان کیا ہے کہ وہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کی ہر قیمت پر مزاحمت کریں گے۔ انہوں نے پارٹی کے دیگر راہنماؤں بشیر احمد بلور، میاں افتخار حسین اور درجنوں دیگر کارکنوں کی موجودگی میں پشاور میں ایک پریس کانفرنس میں واضح کیا کہ ان کی جماعت اپنے اس عہد پر قائم ہے کہ وہ اپنی آنے والی نسلوں اور اپنے آباؤ اجداد کی قبروں کو پانی میں غرق کرنے کی اجازت نہیں دے گی۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کی کوئی طاقت کالا باغ ڈیم تعمیر نہیں کر سکتی۔ انہوں نے کہا کہ صدر مشرف صرف پنجاب کو خوش کرنے کے لیے کالا باغ ڈیم بنانا چاہتے ہیں۔ اس ڈیم کی تعمیر سے دیگر کئی صوبوں کے عوام میں محرومی کا احساس بڑھ جائے گا۔ ایک بار پھر پاکستان کو تقسیم کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ حکمرانوں کو تین صوبائی اسمبلیوں کی قراردادوں کو منظور کرنا ہوگا۔ جو کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے خلاف ہیں۔ اگر وہ پاکستان کو متحد رکھنا چاہتے ہیں تو کالا باغ ڈیم کا منصوبہ ترک کرنا ہوگا۔

(''دی نیوز''۔ 24 اگست 2003ء)

(ج) معروف کالم نگار عباس مہکری نے 2 جنوری 2006ء کو اپنے کالم ''نشیب و فراز''

میں کالا باغ ڈیم کے سوال پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی۔

''پاکستان کے تین صوبوں سندھ، سرحد اور بلوچستان میں تشویشناک حد تک سیاسی بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ کراچی میں کالا باغ ڈیم کے خلاف ایک بہت بڑا احتجاجی مارچ منعقد ہوا ہے۔ جس میں پورے سندھ کے لوگوں نے شرکت کی۔ صوبہ سرحد میں جہانگیرہ کے مقام پر عوامی نیشنل پارٹی کے زیر اہتمام ایک بہت بڑا احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جبکہ بلوچستان میں کوہلو آپریشن اور کالا باغ ڈیم کے خلاف پہیہ جام ہڑتال ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ تینوں صوبوں میں مختلف جگہوں پر کالا باغ ڈیم کے خلاف احتجاج اور مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ چھوٹے تین صوبوں میں انتہائی حساس سیاسی نوعیت اختیار کر چکا ہے۔ کالا باغ ڈیم مخالف قوتوں نے یہاں کے عوام کو متحرک کر دیا ہے۔''

(''شعیب فراز'' ''جنگ''۔ 2 جنوری 2006ء)

ایک اہم آئینی پہلو

پاکستان میں اس وقت جو آئین نافذ ہے اسے 1973ء میں آئین ساز اسمبلی نے اتفاق رائے سے منظور کر لیا تھا۔ اس آئین کے آرٹیکل 1۔(1) میں کہا گیا ہے کہ پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہوگا اور اس کا نام جمہوریہ اسلامیہ پاکستان (اسلامک ریپبلک آف پاکستان) ہوگا۔

آرٹیکل 1۔(2) میں پاکستان کے علاقہ جات کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

(ا) بلوچستان، شمال مغربی سرحدی صوبہ، پنجاب اور سندھ کے صوبہ جات۔

(ب) اسلام آباد کا وفاقی دارالحکومت جسے وفاقی دارالحکومت کے نام سے پکارا جائے گا۔

(ج) وفاقی انتظام میں دیئے گئے قبائلی علاقے فاٹا (FATA)، ایسے علاقے جنہیں

الحاق یا کسی طریقے سے پاکستان میں شامل کیا گیا ہو۔

اس کے بعد ایک تصریح (Commentary) کے طور پر کہا گیا ہے کہ آزاد جموں کشمیر کا علاقہ جمہوریہ پاکستان میں شامل نہیں ہے اور ایک غیر ملکی علاقہ ہے۔

اس واضح صراحت کے بعد حکومت پاکستان کو آئینی طور پر یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا کہ وہ آزاد کشمیر کے دریاؤں پر 15 ڈیم تعمیر کرے۔ کوئی بھی محب وطن کشمیری پاکستان کے ان اقدامات کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ بین الاقوامی عدالت میں بھی جا سکتا ہے۔

(ب) معدنیات کے بیش بہا خزانے

اس کتاب کے آغاز میں ہم نے کشمیر کے ایک بلند پایہ قوم پرست شاعر غلام احمد مہجور کی ایک نظم ''نوکشیر'' (نیا کشمیر) ترجمے کے ساتھ پیش کی ہے۔ اس نظم کے ایک بند میں مہجور اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وقتہٕ اکہِ لعل زیون چانین بالن
سون بنہِ چانین سنگر مالن
موختک و بہِ بارا ناہ

''وقت آئے گا کہ تمہارے کوہستانوں کی چوٹیاں سونا بن جائیں گی تمہارے پہاڑ لعل و گہر اگلنے لگیں گے۔ آسمان سے موتیوں کی برسات ہوا کرے گی۔''

یہ شاعر کی محض خیال آرائی نہ تھی۔ وہ اپنے وطن کے ماضی، حال اور مستقبل تینوں پر گہری نظر رکھتے تھے۔ انہوں نے جو کچھ کہا وہ سب حرف بحرف سچ ثابت ہو رہا ہے۔ ذیل کی سطور میں ہم وطن عزیز کے کوہستانوں میں دریافت شدہ بیش قیمت معدنی ذخائر کا اجمالی جائزہ پیش کریں گے اور یہ توقع کریں گے کہ ہماری آنے والی نسلیں قدرت کی ان بیش بہا نعمتوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گی۔

لوہا:

صوبہ جموں کی تحصیل ریاسی میں لوہے کے ذخائر دریافت ہو چکے ہیں۔ راجوری کے علاقے میں لوہے کی ایک کان پہلے سے موجود ہے۔ آزاد کشمیر کی وادی نیلم میں لوہے کے ذخائر کا پتہ لگ چکا ہے۔

کوئلہ:

جموں میں کالاکوٹ، موگولہ، دھن سال چک اور ریاسی میں کوئلے کی کانیں موجود ہیں۔ ریاسی کے علاقہ جنگل گلی میں کوئلے کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ جس سے دس کروڑ ٹن کوئلہ فراہم ہو سکتا ہے۔ کوٹلی میں بھی کوئلے کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ اب تک کھوئی رٹہ، نکیال، کریلہ، وندلی اور گوئی کے علاقوں میں کوئلہ دریافت ہو چکا ہے۔ ماہرین نے کوٹلی میں پائے جانے والے کوئلے کو چکوال اور چواسیدن شاہ کے کوئلے سے بہتر کوالٹی کا کوئلہ قرار دیا ہے۔

گریفائیٹ (Graphite):

آزاد کشمیر میں گریفائیٹ کے وسیع ذخائر پائے گئے ہیں۔ وادی نیلم میں ایک اندازے کے مطابق 4 لاکھ ٹن سے زیادہ گریفائیٹ موجود ہے۔ کئی اور مقامات پر بھی اس کے وسیع ذخائر پائے گئے ہیں۔

سنگ مرمر (Marble):

مظفر آباد، کوٹلی اور باغ کے علاقوں میں سنگ مرمر کے ذخائر موجود ہیں۔ گلگت میں ہنزہ اور اشکومن میں سنگ مرمر کی کانیں پائی جاتی ہیں۔ وادی نیلم میں نوسیری کے مقام پر اعلیٰ درجہ کا سفید سنگ مرمر پایا جاتا ہے۔ سکردو اور شگر وادی میں میلوں تک اس پتھر کا ذخیرہ موجود ہے۔

جپسم (Gypsum):

جپسم، پلاسٹر آف پیرس، مصنوعی کھاد اور سیمنٹ بنانے میں کام آتا ہے۔ کٹھائی نالہ (اوڑی) ہٹوٹ اور ڈوڈہ میں جپسم کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔ ضلع مظفر آباد میں بھی مختلف مقامات پر جپسم پایا جاتا ہے۔

سوپ سٹون (Soap Stone):

وادی نیلم میں چلیانہ کے علاقے میں سوپ سٹون کے ذخائر موجود ہیں۔ اسے سیمنٹ، کاغذ اور ربڑ کی صنعت میں استعمال کیا جاتا ہے۔

بکسائیٹ (Bauxite):

پونچھ اور جموں میں بکسائیٹ کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ ریاسی میں ساگر مرگ اور جنگل گلی میں لاکھوں ٹن بکسائیٹ کے ذخائر کا پتہ لگا ہے۔ ضلع کوٹلی میں تیس لاکھ من کے قریب ذخائر کا پتہ لگا ہے۔ ضلع مظفر آباد میں کھلابٹ کے مقام پر اس کے ذخائر موجود ہیں۔

یاقوت (Ruby):

ضلع مظفر آباد میں شونٹھر کے مقام پر اعلیٰ قسم کا سرخ یاقوت دریافت ہوا ہے۔ ہنزہ میں حسن آباد، علی آباد اور احمد آباد میں یاقوت پایا جاتا ہے۔ وادی شگر کے بالائی علاقوں میں یاقوت کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔

زمرد (Emerald):

گلگت میں نگر کے مقام پر اعلیٰ درجہ کا زمرد پایا جاتا ہے۔

ایکوامیرین(Aquamarine):

بلتستان میں وادی شگر میں اس کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ گلگت کے سلسلہ ہراموش میں بھی ایکوامیرین پایا گیا ہے۔بلتستان میں دراس کے مقام پر بھی ایکوامیرین نکالا جا رہا ہے۔

نیلم(Saphire):

تحصیل کشتواڑ میں پاڈر کے مقام پر اعلیٰ درجہ کا نیلم پایا جاتا ہے۔ جس کی دریافت 1882ء میں ہوئی تھی۔ سر والٹر لارنس کے مطابق پاڈر میں پایا جانے والا نیلم دنیا بھر میں سب سے بہترین ہے۔ گلگت میں ہنزہ کے مقام پر بھی نیلم پایا جاتا ہے۔

تانبہ (Copper):

تانبہ اسلام آباد، کنگن، ڈوڈہ، زنسکار، کرگل اور ریاسی میں پایا جاتا ہے۔ گلگت میں یاسین، ہنزل اور دینور میں تانبے کے ذخائر کا پتہ لگایا گیا ہے۔ وادی شگر میں بھی تانبے کے ذخائر کا پتہ لگا ہے۔

سونا(Gold):

لداخ میں رواسی، کرگل، دراس اور سورو کے مقامات پر گلگت اور سکردو میں دریائے سندھ کی ریت سے بھی سونا حاصل کیا جاتا ہے۔ اندازاً ایک مکعب میٹر ریت سے 0.6 گرام سونا حاصل ہوتا ہے۔ 1986ء میں خبر آئی تھی کہ پی۔ایم۔ڈی۔سی کے تحقیقاتی شعبے نے گلگت اور مظفر آباد میں سونے کی دو نئی کانیں دریافت کی ہیں۔ 1992ء میں حکومت پاکستان نے آسٹریلیا کے فنی تعاون سے گلگت بلتستان میں معدنی وسائل کی تلاش کا منصوبہ شروع کیا تھا۔ ان علاقوں میں 80,000 مربع کلومیٹر میں سے 48 فیصد علاقے میں سونے کی موجودگی کے کافی شواہد ملے ہیں۔ 1997ء میں آسٹریلیا

کی معدنیات تلاش کرنے والی ایک فرم نے گلگت میں ہنزہ اور گوجال کے علاقے کا سروے کیا۔ 23 ستمبر 1997ء کے روزنامہ جنگ لاہور میں اس بارے میں ایک رپورٹ شائع ہوئی۔ جس کے مطابق ہنزہ اور گوجال میں 50 سے زائد مقامات پر سونے کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ جن کی مالیت کا اندازہ پانچ سو کھرب ڈالر ہے۔
(روزنامہ "جنگ" 23 ستمبر 1997ء)

ابرق(Myca):

ضلع مظفر آباد میں وادی نیلم میں ابرق کے وسیع ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ گلگت میں اب تک شگر، بونجی اور ہراموش کے علاقوں میں ابرق کی موجودگی کا پتہ لگا ہے۔

نکل(Nickel):

جموں میں رام سکھ کے مقام پر نکل کا بھاری ذخیرہ دریافت ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اوڑی اور ریاسی میں بھی نکل کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔

سیسہ(Lead):

رام سو کے مقام پر اس کے وسیع ذخائر کا پتہ لگایا گیا ہے جس کا اندازہ دس لاکھ ٹن ہے۔ بارہ مولہ کے قریب بونیار کے مقام پر بھی اس کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔

گندھک(Sulphur):

گندھک کے قابل ذکر ذخائر کا انکشاف لداخ ڈویژن کی پوگا وادی میں ہوا ہے۔ جس کا اندازہ لگ بھگ 6 لاکھ ٹن ہے۔

بوریکس(Borax):

گرم پانی کے چشموں کے علاقے میں پایا جاتا ہے۔ پانی خشک ہو جانے کے بعد زمین پر اس کی تہہ بن جاتی ہے۔ لداخ کے علاقے پوگا اور بلما تھانگ سے سالانہ 15 ٹن بوریکس برآمد ہوتا ہے۔ یہ شیشہ سازی اور روغن سازی میں کام آتا ہے۔

جولائی 2000ء میں پاکستان کے وفاقی وزیر پیٹرولیم وقدرتی وسائل امان اللہ خان جدون نے معدنیات تلاش کرنے والی آسٹریلیا اور چلی کی دو کمپنیوں کے سربراہوں سے اسلام آباد میں ملاقات کی اور بلوچستان کے ضلع چاغی میں ڈیڑھ ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کے منصوبوں پر بات چیت کی۔ جس سے سالانہ دو لاکھ پچاس ہزار ٹن کاپر (تانبہ) پیدا ہوگا۔ وفاقی وزیر نے کہا کہ حکومت معدنیات کے شعبے کے فروغ پر بھرپور توجہ دے رہی ہے تاکہ ملک میں موجود وسیع معدنی ذخائر کو بروئے کار لایا جا سکے۔

(روزنامہ "جنگ" 21 جولائی 2000ء)

اسی طرح کشمیر میں موجود معدنی ذخائر کو تلاش کرنے اور انہیں کام میں لانے کے لیے وسیع پیمانے پر محنت کرنے کی ضرورت ہے۔

اس موقعہ پر ہم مغرب کے دو چھوٹے ممالک کی مثال پیش کریں گے جو اپنی زرعی یا معدنی پیداوار پر اقتصادی ترقی کی بلندی پر پہنچ گئے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام "ناراؤ" ہے اور دوسرے کا "سینیگال"۔

ناراؤ(Naurau):

مغربی بحرالکاہل میں خطِ استوا پر واقع ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس کا رقبہ کل 8 مربع میل ہے اور آبادی 1990ء میں 8100 افراد پر مشتمل تھی۔ اسے 1947ء میں آزادی ملی اور یہاں جمہوریت قائم کی گئی۔ اس ریاست میں فاسفیٹ کی ایک کان

ہے جس کی پیداوار نے اسے دنیا کی امیر ترین ریاستوں میں شامل کر دیا ہے۔ یہاں کے باشندوں کی فی کس سالانہ آمدنی 19753 ڈالر ہے۔ یہاں کی خواندگی کی شرح 99 فی صد ہے۔

سینیگال:

سینیگال مغربی افریقہ میں گیمبیا کے شمال میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ 75750 مربع میل ہے اور آبادی 77,40,000 ہے۔ یہاں کی 92 فی صد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اسے 1960ء میں آزادی ملی اور یہاں جمہوری نظام قائم کیا گیا۔ اسے مغربی افریقہ کی بہترین جمہوری ریاست قرار دیا جاتا ہے۔ زرعی پیداوار میں چاول اور مونگ پھلی شامل ہیں۔ فاسفیٹ کی کانیں اور ماہی گیری (مچھلیوں کی پرورش اور تجارت) آمدن کے اہم ذرائع ہیں۔ سینیگال اسلامی ممالک کی کانفرنس (O.I.C) کا ممبر ہے۔ اس تنظیم کی پچھلی کانفرنس سینیگال کے دارالحکومت ڈاکار میں منعقد ہوئی تھی۔

گزشتہ صفحات میں آپ نے معدنیات کے ضمن میں ان قیمتی جواہرات کا احوال ملاحظہ فرمایا ہے جو جموں کشمیر کے مختلف خطوں میں پائے جاتے ہیں۔ بے محل نہ ہوگا اگر آج سے 12 سال قبل پاکستان میں شائع ہونے والی ایک باتصویر رپورٹ کا جائزہ لیا جائے جو "دی نیوز انٹرنیشنل (The News International) میں 9 ستمبر 1995ء کے شمارہ میں ایک فیچر کے طور پر شائع ہوئی تھی۔ فیچر کا عنوان تھا "دنیا کے جواہرات کا 90 فیصد پاکستان میں پیدا ہوتا ہے۔" ان جواہرات میں نیلم، یاقوت، زمرد اور ہیرا شامل ہیں۔ اس فیچر میں قیمتی پتھروں کی کانوں کا بھی ذکر تھا۔ جن میں آزاد کشمیر، گلگت، ہنزہ، سکردو اور سوات شامل ہیں۔ یہ دلچسپ بات ہے کہ ان مقامات میں سے صرف سوات کا مقام پاکستان میں واقع ہے۔ باقی تمام مقامات

جموں وکشمیر کے اندر واقع ہیں۔ تفصیل یوں ہے۔

یاقوت: ضلع نیلم کے مقام شونٹھر میں اور ہنزہ کے مقامات علی آباد، حسن آباد اور احمد آباد میں پایا جاتا ہے۔

زمرد: شمالی گلگت میں نگر کے مقام پر اعلیٰ درجہ کا زمرد پایا جاتا ہے۔

نیلم: تحصیل کشتواڑ میں پاڈر کے مقام پر پایا جاتا ہے۔

آبی وسائل کے باب میں ہم اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ پاکستان کے آئین کے مطابق آزاد جموں کشمیر کا علاقہ جمہوریہ پاکستان میں شامل نہیں ہے اور ایک غیر ملکی علاقہ ہے۔

("آئین پاکستان" آرٹیکل نمبر ۱)

اس لحاظ سے پاکستانی حکمرانوں کا کشمیر کی سرزمین میں پیدا ہونے والے جواہرات (Gem Stones) کو پاکستان کی پیداوار قرار دینا آئینی قانونی اور اخلاقی بددیانتی کہلائے گی۔

The News International

Lahore September 09, 1995

Pakistan producing ninety per cent of the world's gems

ISLAMABAD: Among the natural resources are the gems classic arid of universal significance and demand. This demand is well met by Pakistan, which is producing ninety percent of color stones in the world. The major production of Pakistan are Ruby, Emerald, Sapphire and Diamond.

Today Pakistan is at a point to launch a gem industry," remarked Wasim-ud-din chairman of the Asian Gems Pakistan (Pvt.) Ltd.

There lies a great scope for Pakistan to become a gem market, said Antoinette L Matlins, P G, an American gem and jewelry expert and consumer advocate of the 20th century.

Antoinette, who recently visited Pakistan, said that Pakistan's geological situation was such that it had tremendous wealth of gems.

According to geologists, the richest sources of gems in Pakistan were AJK, Gilgit, Hunza, Skardu and Swat. A bicolor Sapphire having combination of pink and blue has been discovered here in Pakistan, that has never been seen in any part of the world, disclosed Antoinette.

Not only this much, Ruby found in Pakistan (AJK) is comparable to that of Burmese one for it's florescence. This AJK's ruby retains the same florescence in every type of light environment, Said Antoinette.

Besides, Emerald from Swat has the richest green colour in the world it was comparable to that from Columbia, which was most expensive and desirable. Sometimes, Emeralds are of the same value as Diamonds, said Antoinette. The Emeralds having chromium were of higher value than those deficient of Chromium and in Pakistan deposits of Emerald having chromium were discovered, Antoinette said. The green Tanzanite had also been found in Pakistan whereas Tanzania was the only known source for it and this could be a wonderful development, she added.

اسلام آباد میں بلتستان کے جواہرات کی نمائش

12 اور 13 ستمبر 2006ء کو اسلام آباد کے Holiday Inn ہوٹل میں بلتستان میں پائے جانے والے قیمتی پتھروں (جواہرات) اور معدنیات کی نمائش منعقد ہوئی۔ نمائش میں 45 کے قریب نمائش کاروں نے شرکت کی۔ نمائش کا اہتمام BGMA (بلتستان جمز اینڈ منرلز ایسوسی ایشن) نے کیا تھا۔ ان کے ساتھ ایک سوئس ایجنسی (SDG) اور آغا خان کلچر سپورٹ (AKRSP) نے تعاون کیا تھا۔

اس خطہ زمین کو قدرت نے بیش قیمت جواہرات کی 30 اقسام اور معدنیات سے نوازا ہے۔ یہاں پائے جانے والے جواہرات میں زمرد اور یاقوت جیسے اعلیٰ قیمت کے جواہرات شامل ہیں۔ اور ان نادر جواہرات کی عوام میں نمائش کی یہ پہلی کوشش ہے۔ نمائش کے منتظمین کی طرف سے شائع کردہ لٹریچر کے مطابق 17 اقسام کے بیش قیمت جواہرات اس نمائش میں شامل تھے۔ ان جواہرات کا ٹیبل اگلے صفحہ پر پیش کیا جا رہا ہے۔

جس وقت جموں کشمیر کے تمام علاقے آزاد ہو کر ایک مملکت کی شکل اختیار کر گئے تو بین الاقوامی سطح پر اس نوع کی نمائشوں کا اعلیٰ پیمانے پر انتظام کیا جائے گا۔ ان نمائشوں کے نتیجہ میں برآمدات اور سیاحت میں خاطر خواہ اضافہ عمل میں لایا جائے گا اور اس طرح مستقبل کا کشمیر دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی صفوں میں شامل ہو جائے گا۔

MAJOR GEMSTONES OF BALTISTAN

S No.	Stone	Characteristics	Location
1	Ruby	Red	Shigar
2	Emerald	Green	Chebery Bashey, Shigar
3	Aquamarine	Sky blue to sea green, Pale blue and white blue	Mango and Dassu in Shigar; Subsar and Shan gush in Roundu
4	Quartz	White and Smoky color	Tuormik Roundo, Arando and Haiderabad shigar
5	Quartz Rutile	White (hair like substance inside the stone	Khaplu and Shigar
6	Amethyst	Pink	Baha Shigar and Khaplu
7	Topaz	Deep orange, pale yellow, Pink colors, Blue & violet	Uounno and Dassu in Shigar and Stak Roundu
8	Tourmaline	Black, Pink, Blue, Red and Green	Shigar
9	Epidote	Black and Green	Hashhupi Shiagr, Tuormik Roundu
10	Garnet	Blood red, Purpel and Green	Shigar and Roundu
11	Rezolite	Dark Red	Shigar
12	Tanzanite	Blue wish	Shigar Hashhupi
13	Morganite	Red, Brown and White	Shigar and Roundu
14	Fluorite	Green	Shigar and Roundu
15	Sween	Green	Tuormik Roundu, Arando Shigar
16	Zircon	Reddish	Khaplu
17	Appetive	Brown and white	Roundu and Arando Shigar

(ج) قدرت کی طرف سے کشمیر کو عطا ہونے والی ایک اور نعمت

جڑی بوٹیاں (Medicinal Plants)

سرزمین جموں وکشمیر کے طول وعرض میں پہاڑی ڈھلوانوں، وسیع میدانوں، دریاؤں کے کناروں اور جنگلات میں ایسے نباتاتی خزانے مدفون ہیں جن سے اب تک خاطر خواہ استفادہ نہیں کیا گیا۔ ان مخفی خزانوں میں ادویات میں کام آنے والے بعض پودے اور جڑی بوٹیاں شامل ہیں۔ یہ جڑی بوٹیاں صدیوں سے طب یونانی اور آیورویدک علاج میں استعمال ہوتی رہی ہیں۔ ان کی تلاش بھی طب کے شعبوں سے تعلق رکھنے والے حکیم یا ویدا اپنے ذرائع سے کرتے رہے ہیں۔ کسی حکومت یا ادارے نے منظم طور پر یہ کام سرانجام نہیں دیا۔ ان جڑی بوٹیوں کی بنا پر ملک میں ادویات تیار کرنے والے فارماسیوٹیکل (Pharmaceutical) کارخانے قائم ہوسکتے ہیں۔ جن سے خدمت خلق کے علاوہ قومی آمدن میں خاطر خواہ اضافہ ہوسکتا ہے۔

مشرق کے آیورویدک طریق علاج اور طب یونانی کا دارومدار جنگلات، پہاڑوں اور میدانوں میں پیدا ہونے والی انواع واقسام کی جڑی بوٹیوں پر رہا ہے۔ جدید سائنسی دور میں جڑی بوٹیوں پر تجربات کرکے ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی کے مرکبات وسیع پیمانہ پر تیار کرنے کا سلسلہ ساری دنیا میں پھیل چکا ہے۔ خطہ جموں کشمیر

جڑی بوٹیوں کی پیداوار کے سلسلہ میں خوش قسمت رہا ہے۔ خواجہ محمد یوسف صراف اپنی مشہور کتاب ''کشمیریز فائٹ فار فریڈم'' میں لکھتے ہیں۔

''کشمیر میں طبی جڑی بوٹیوں کی متنوع اقسام اتنی کثرت سے موجود ہیں کہ شاید ساری دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ رنجیت سنگھ کے درباری طبیب ڈاکٹر ہائنگ برگر نے اپنی کتاب مشرق میں 35 سال (Thirty Five years in the East) میں جڑی بوٹیوں کی ایک طویل فہرست دی ہے''

کشمیر میں پہلی صدی عیسوی کے ہندو دورِ حکومت میں علم طب کا ایک مشہور عالم گزرا ہے جس کا نام چارک تھا۔ اس نے علم طب پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام چارک سنہتا (Charaka Sanihita) تھا۔ کتاب کے آٹھ ابواب تھے جن میں بیماریوں کی تشخیص، احتیاطی تدابیر، پرہیز، علاج، خوراک اور علم الاعضاء (Anatomy) کے بارے میں تفاصیل درج ہیں۔ طب کا ایک اور ماہر نرہری (Narhari) بھی اسی دور میں گزرا ہے۔

(پریم ناتھ بزاز، ''ہسٹری آف سٹرگل فار فریڈم'' صفحہ 34)

کشمیر میں بدھ مت کے ''مہایان'' فرقہ کا بانی ''ناگ ارجن'' بھی ایک مشہور کیمیاء دان تھا اس نے ادویات کے مرکبات تیار کرنے کے کامیاب تجربے کیے۔ وہ علم کیمیاء پر اتنا ایمان رکھتا تھا کہ وہ کہتا تھا

'' جب تک کیمسٹری کی سائنس موجود ہے کوئی انسان درد یا بیماری کا شکار نہیں ہوسکتا۔''

سلطان زین العابدین بڈشاہ کے درباری حکیم ''شری بٹ'' کے بارے میں اکبری عہد کی تاریخ ''دربار اکبری'' میں لکھا ہے کہ

''وہ اپنے فن میں منتخب اور ماہر تھا اسے بادشاہ نے افسر الاطباء کا خطاب دیا تھا اور اپنے دربار میں وزیر صحت کی حیثیت سے شامل کیا تھا۔''

ذیل میں ہم ان جڑی بوٹیوں اور پودوں کی ایک فہرست پیش کر رہے ہیں۔ ان نباتاتی خزانوں میں سے صرف ایک پودے ''زعفران'' کے بارے میں ہم چند سطور میں روشنی ڈالیں گے۔ ابتدا میں زعفران کی کاشت وادی کشمیر میں پانپور نامی گاؤں میں ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ کشتواڑ میں بھی اس کی کاشت کی جاتی تھی۔ بعد میں وادیٔ کشمیر میں اس کی کاشت پانچ اضلاع کی 14 تحصیلوں تک پھیلائی گئی۔ اب اس کی کاشت وادیٔ کشمیر کے 186 دیہات میں ہو رہی ہے۔ مغل شہنشاہ جہانگیر نے اپنی کتاب تزک جہانگیری میں اس کا ذکر کیا ہے۔ جہانگیر نے کشمیر پر 1605ء سے 1627ء تک حکومت کی اور اس دوران کئی بار کشمیر کا دورہ کیا۔ ایک جگہ اس نے زعفران کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

''جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی زعفران ہی زعفران کھلی ہوئی تھی۔ جس کی خوشبو سے مشام جاں معطر ہوتا تھا۔ اس کا پودا پست قامت اور زمین سے لگا ہوا ہوتا ہے۔ اور اس کا پھول بنفشی رنگ کا ہوتا ہے۔ جس میں چار پنکھڑیاں ہوتی ہیں اور جو چمپا کے برابر ہوتا ہے۔ اس پھول کے درمیان سے زعفران کی تین شاخیں نکلتی ہیں۔ زعفران اگانے کے لیے پودے کی گانٹھیں لگائی جاتی ہیں۔ جس سال اس کی پیداوار اچھی ہوتی ہے، چار سو من زعفران حاصل ہوتی ہے جو خراسان کے وزن کے مطابق 3 ہزار 2 سو من بنتی ہے۔ اس کا نصف حصہ حکومت کو ملتا ہے اور نصف حصہ کاشت کرنے والے لیتے ہیں۔ دس روپے سیر کے حساب سے اس کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔''

(ہفت روزہ ''نصرت'' کشمیر نمبر فروری 1960ء صفحہ 43)

نوٹ: آج کل زعفران کی قیمت مارکیٹ میں 500 روپے فی تولہ سے زیادہ ہو چکی ہے۔ گویا جو زعفران 17ویں صدی میں 10 روپے فی سیر فروخت ہوتا تھا اب اس کی قیمت چالیس ہزار روپے فی سیر تک پہنچ گئی ہے اس لیے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کشمیر کو صرف اس ایک بیش قیمت فصل سے کس قدر قومی آمدن حاصل ہو سکتی ہے۔
زعفران کو عربی اور فارسی میں زعفران، ہندی میں کیسر، کشمیری میں کونگ اور انگریزی میں Saffron کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کٹھ (Costus Roots) اور سلاجیت (Storax) جیسی نایاب اور بیش بہا اشیاء ملک کی قومی آمدنی میں اضافہ کر سکتی ہیں۔

کشمیر میں پائی جانے والی جڑی بوٹیوں کا تعارف

ابہل:

فارسی نام تخم رحل، انگریزی نام جیونیپر Juniper ہے۔

اجمود:

فارسی نام کرفس، سنسکرت نام اجمود، انگریزی نام Celery-Seed ہے۔

اجوائن:

فارسی نام نان خواہ، عربی نام کمون ملوکی، انگریزی نام Kingscumin ہے۔

آلو بخارا:

فارسی و عربی نام اجاس، انگریزی نام Plum ہے۔

آک:

فارسی نام زہرناک، عربی نام عشر، انگریزی نام Swallow Wort ہے۔

اڑوسہ:

فارسی نام خورجا، عربی نام حشیشہ، انگریزی نام Adhtoda ہے۔

افسنتین
فارسی نام مروہ، عربی نام فنذق، کشمیری نام ٹیٹھ وین، انگریزی نام Artimesia ہے۔

املتاس:
فارسی نام خیار چنبر، عربی نام خیار شمبر، ہندی نام باندر لکڑی، انگریزی نام Pudding Pipe ہے۔

اندر جو:
فارسی نام، زبان گنجشک، عربی میں لسان العصافیر اور انگریزی میں Sparrow Tongue ہے۔

ایرسہ:
فارسی نام بیخ سوسن، انگریزی نام Iris Root ہے۔

پھگواڑی:
فارسی نام انجیر دشتی، عربی نام تین، انگریزی نام Fig ہے۔

انار:
فارسی نام انار، عری نام رُمان، انگریزی نام Pome Granate ہے۔

انگور:
فارسی اور ہندی نام انگور، عربی نام عنب، کشمیری نام دچھ ہے۔ انگریزی نام Grape ہے۔

السی:
فارسی نام تخم کتان، عربی نام کتان، کشمیری نام الش، انگریزی نام Linseed ہے۔

ارنڈ:
فارسی نام بیدانجیر، عربی میں خروع، انگریزی نام Castor ہے۔

اسطوخودوس:
عربی میں آنس الارواح، انگریزی نام French Lavender ہے۔

بالچھڑ:
فارسی نام آہک دلالہ، عربی نام سنبل الطیب، انگریزی نام Hayaccinth ہے۔

بابڑنگ:
فارسی نام برنگ کابلی، عربی نام برنج کابلی، انگریزی نام Babering ہے۔

بھنگ:
فارسی نام بنگ فلک تاز، نشاط افزا اور عرش نما، عربی نام حشیش اور انگریزی نام Indian Hump ہے۔

بہی: بہی دانہ۔ ایک سیب جس کا بیج بہت مفید ہوتا ہے۔
فارسی میں بہی دانہ کہلاتا ہے۔ عربی نام سفرجل، انگریزی نام Pyrus Cydonia ہے۔ اس کا بیج انگریزی میں Avince Seed کہلاتا ہے۔

بادام:

عربی نام لوز، ہندی نام بدام، کشمیری نام بادم، انگریزی نام **Almond** ہے۔

باوچی:

سنسکرت نام کرشن پھل، انگریزی نام **Esculent Flacourtia** ہے۔

بچھناک:

فارسی نام بیش شلغمی اور کلاہِ راہب، عربی نام خانق القمر، انگریزی نام **Monks Hood** ہے۔

بداری کند:

سنسکرت نام اکشوگندھا، لاطینی نام **Puraria Tuberosa** ہے۔

بیروزہ:

سنسکرت نام سری واس، انگریزی نام **Rosin** ہے۔

بنفشہ:

فارسی نام کاکوش یا بنفشہ، سنسکرت نام پشپ بنپسہ، انگریزی نام **Violet** ہے۔

بادیان: سونف

کشمیری اور فارسی نام بادیان، سنسکرت نام مدھوریکا، انگریزی نام **Fennel** ہے۔

بھوج پتر:

سنسکرت نام بھوج، کشمیری نام بُرزہ، انگریزی نام **Birch** ہے۔

بہیڑہ:

فارسی نام بلیلہ، سنسکرت نام کرشن پھل، انگریزی نام **Bellerica** ہے۔

برہمی بوٹی:

سنسکرت نام منڈوک پرتی، ہندی نام گھوڑ ہی اور انگریزی نام **Asiatic Panywort** ہے۔

بیدشک:

فارسی نام بیدمشک، عربی نام بلخی، انگریزی نام **Musk Willoe** ہے۔

بیر:

فارسی نام کنار، ہندی نام بیر، عربی نام سورہ اور بنق، انگریزی نام **Jujuba** ہے۔

بادرنجبویہ:

فارسی نام بادرنگ بویہ، ہندی نام بلی لوٹن، عربی نام مفرح القلب، انگریزی نام **Mountain Balm** ہے۔

پاڈھل:

سنسکرت میں کاشٹھ اور انگریزی نام **Trumpet Flower** ہے۔

پاپڑہ:

ہندی نام پاپڑہ، سنسکرت نام پرپٹ، انگریزی نام **Indian Podophullm** ہے۔

پتھر چٹ:

انگریزی نام Bryophylum ہے۔

پرساؤ شاں:

ہندی نام ہنسراج، عربی نام شعرالجبال، انگریزی نام Maiden Hair Fern ہے۔

پودینہ:

فارسی نام پودینہ عربی میں فورنج، انگریزی نام Mint ہے۔

تلسی:

فارسی نام نیازبو، عربی میں ریحان، کشمیری نام بمبر، انگریزی نام Beezle ہے۔

تگر:

انگریزی نام Yellow Santal ہے۔

دارچینی:

فارسی نام چوب چینی، عربی میں حرفہ، انگریزی نام Cinnamon ہے۔

جمال کوٹہ:

فارسی نام تخم انجیر خطائی، عربی نام حب السلاطین، انگریزی نام Croton Seed ہے۔

جائے پھل:

فارسی نام جوز بویہ، عربی نام جائفل، انگریزی نام Nutmeg ہے۔

چرچٹہ:

فارسی نام خار واژگون، ہندی نام چرچرا، انگریزی نام Crows Beak Plant ہے۔

چمپا:

سنسکرت میں چمپک، عربی میں فاغرہ نام ہے۔ اس کی کئی اقسام ہوتی ہیں۔

چنبیلی:

عربی نام یاسمین، سنسکرت میں سورشا، انگریزی میں Jasmine کہلاتا ہے۔ کشمیری میں حئی پوش کہلاتا ہے۔

چھڑیلہ:

فارسی نام دوالک، عربی نام اشنہ، انگریزی نام Lichen ہے۔

چندن:

عربی اور فارسی نام صندل، انگریزی نام Sandal ہے۔ کشمیری میں ژندن کہلاتا ہے۔

چوب چینی:

فارسی نام بیخ چینی، انگریزی نام China Root ہے۔

خطمی:

عربی نام خبازی شجری، فارسی نام ریشہ خطمی، کشمیری نام سزہ پوش اور انگریزی نام **Marsh Mellow** ہے۔

خبازی:

فارسی نام کلاغ، ہندی نام پاپڑہ، انگریزی نام **Gommon Mellow** ہے۔

خشخاش:

فارسی نام کوکنار، ہندی نام پوست، انگریزی نام **Poppy** ہے۔

دار ہلد:

فارسی نام دارچوبہ، سنسکرت نام داروی، انگریزی نام **Indian Barberry** ہے۔

دھتورا:

عربی نام جوزماثل، فارسی نام تاتورہ، انگریزی نام **Thorn Apple** ہے۔ کشمیری میں دھتُر کہلاتا ہے۔

دھنیا:

فارسی نام کشنیز، عربی نام جلجلان، انگریزی نام **Coreander** ہے۔ کشمیری میں دانہ ول نام ہے۔

ڈھاک:

پلاش اور چھچھر بھی کہلاتا ہے۔ اس کے پھول، پتے، جڑ اور چھلکا سب استعمال ہوتے ہیں۔

ریٹھا:

فارسی نام رتہ، عربی میں بندق ہندی، انگریزی نام **Soap Nut** ہے۔

ریباس:

فارسی میں ریواس کہلاتا ہے اس کی جڑ ریوند چینی کہلاتی ہے۔

رتن جوت:

عربی میں خس الحمار، فارسی میں کاہوئے خر اور ہندی میں رتن جوت کہلاتا ہے۔

ریوند خطائی:

فارسی میں بیخ جگری، سنسکرت میں ریوٹ چینی اور انگریزی نام **Rhubarb Root** ہے۔

زخم حیات:

فارسی میں زخم حیات، ہندی نام ہیم ساگر اور گوجری نام انگ جڑی ہے۔

زیرہ سیاہ وسفید:

عربی میں کمون، فارسی میں زیرہ، ہندی میں جیرہ، انگریزی میں **Cumin** کہلاتا ہے۔

زرشک:

فارسی میں زارج، عربی میں امبر باریس، کشمیری میں زرش کہلاتا ہے۔

زعفران:

عربی اور فارسی میں زعفران، ہندی میں کیسر، کشمیری میں کونگ اور انگریزی

میں Saffron کہلاتا ہے۔اس کا تفصیلی ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

سنگھاڑا:

سنسکرت میں جل پھل،انگریزی میں Water Chestnut کہلاتا ہے۔

سپستان:

عربی میں سفستان، ہندی میں لسوڑا،انگریزی میں Cordia Myxa کہلاتا ہے۔

سوہانجنہ:

ہندی میں سونجنا اور انگریزی میں Horse Radishtree کہلاتا ہے۔

سرش:

فارسی میں درخت زکریا، سنسکرت میں شریست اور انگریزی میں Siris کہلاتا ہے۔

سلاجیت:

ہندی میں شلاجیت،انگریزی میں Storax کہلاتا ہے۔

کاہو:

عربی میں خس،انگریزی میں Lettuce کہلاتا ہے۔بطور سلاد استعمال ہوتا ہے۔

کنول:

فارسی میں نیلوفر، کشمیری میں پمپوش اور انگریزی میں Lotus کہلاتا ہے۔

کٹھ:

عربی میں قسط، فارسی میں کوکشا اور کشمیری میں کوٹھ، انگریزی میں Costus Root کہلاتا ہے۔

کستوری:

فارسی میں مشک، عربی میں مسک، انگریزی میں Musk کہلاتا ہے۔

کھمبی:

عربی میں نبات الرعد، فارسی میں سماروغ، کلاہ باران، کشمیری میں کن گچھ انگریزی میں Mushroom کہلاتا ہے۔

گاؤزبان:

عربی میں لسان الثور، ہندی میں کاٹھ مانڈہ، کشمیری میں کہہ زبان اور انگریزی میں Echium کہلاتا ہے۔

ملٹھی:

عربی میں اصل السوس، فارسی شیریں بان کشمیری میں شنگر اور انگریزی میں Liquarice Root کہلاتا ہے۔

مہندی:

فارسی اور عربی میں حنا، سنسکرت میں میریکا اور انگریزی میں بھی Henna کہلاتا ہے۔

ہاتھاجوڑی:

فارسی میں پنجۂ مریم، عربی میں شجرۃ المریم کہلاتی ہے۔

(ج) سیاحوں کی جنت کشمیر

اگر فردوس بروئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

مغل شہنشاہ جہانگیر اور کشمیر:

مغل شہنشاہ جہانگیر اور ملکہ نور جہاں دونوں کو کشمیر سے بے پناہ محبت تھی۔ درج بالا شعر جہانگیر سے منسوب ہے۔ اس نے نثر میں بھی کشمیر کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ہم اپنے اس باب کا آغاز نمونہ کے طور پر جہانگیر کی تحریر کے ایک اقتباس سے کرتے ہیں جو ''کشمیر کے واقعات'' کے عنوان سے ہفت روزہ ''نصرت'' کے کشمیر نمبر میں فروری 1960ء میں شائع ہوا تھا، ملاحظہ ہو:

> ''کشمیر کو 1586ء میں حضرت عرش آشیانی (شہنشاہ اکبر) نے فتح کیا تھا۔ تب سے یہ خطہ ہمارے امراء کے زیر انتظام رہا ہے۔ اگر کشمیر کی تعریف و توصیف کی جائے تو کئی کتابوں میں پوری ہو۔ مجبوراً میں اس کی خصوصیات مختصراً تحریر کرتا ہوں۔
>
> ''کشمیر ایک سدا بہار باغ ہے۔ یوں کہہ لیجیے کہ ایک فولادی قلعہ ہے جس کو کوئی زوال نہیں۔ کشمیر بادشاہوں کے لیے ایک عشرت افزاء گلشن ہے اور درویشوں کے لیے ایک دلکش خلوت سرائے ہے، جہاں خوشنما چمن اور دلکش آبشاریں بے شمار ہیں۔ دریا اور چشمے

حدودحساب سے باہر ہیں۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے۔ سبزہ اور آب رواں ہی دکھائی دیتا ہے۔ گلاب، بنفشہ اور خودرو نرگس صحرا صحرا کھلتے ہیں۔ پھولوں کی اقسام لاتعداد ہیں۔ کوہ ودشت شگوفوں سے مالا مال ہیں۔ گھروں میں در و دیوار و بام پر کھلے ہوئے گلِ لالہ بہار پرور منظر پیش کرتے ہیں۔ ہموار مرغزاروں اور سہ برگہ پھولوں کی تعریف الفاظ میں سمانہیں سکتی۔"

"میں نے والد بزرگوار کی معیت میں کشمیر کے زعفران زاروں کی سیر موسم خزاں میں متعدد مرتبہ کی۔ الحمدللہ اس خطے کو اس مرتبہ بھری بہار میں دیکھنے کا موقع ملا۔"

سر فرانسس ینگ ہسبنڈ (Sir Francis Young Husband):

سر فرانسس ینگ ہسبنڈ نے کشمیر کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"فطری طور پر سوئٹزرلینڈ ہی وہ ملک ہے جس سے کشمیر کا مقابلہ کرنے کو طبیعت مائل ہوتی ہے۔ سوئٹزرلینڈ فی الواقع وہ ملک ہے جو بہت سی دلفریبیوں کا حامل ہے لیکن وہ چھوٹے پیمانے پر بنا ہوا ہے۔ وہاں برف پوش پہاڑ کشمیر کی طرح دور دور تک پھیلے ہوئے نہیں ہیں۔ یہاں برفانی پہاڑوں کا مکمل دائرہ خود وادئ کشمیر جیسے لمبے چوڑے میدان کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں ایسا کہیں نظر نہیں آتا"

("نصرت" کشمیر نمبر 1960ء صفحہ 16)

نائیگل کیمرون:

مشہور یورپی سیاح نائیگل کیمرون کا ایک مضمون "کشمیر جنت نظیر" کے عنوان

سے ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ کے شمارہ جون 1964ء میں شائع ہوا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں:

"ایشیاء کی اس حسین سرزمین میں چند یوم کے قیام کے دوران مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ جہانگیر نے کشمیر کی خواہش کیوں کی تھی۔ وہ دنیا کی مصیبتوں اور دکھوں سے تھک چکا تھا اور امن وسکون کا خواہش مند تھا۔ قلبی سکون کے لیے جنت کے بعد جو گوشہ اس کے ذہن میں آسکتا تھا، وہ تھا کشمیر...... جنت نظیر۔ شہنشاہ جہانگیر جب بستر مرگ پر تھا تو درباریوں نے اس سے پوچھا حضور کی کوئی خواہش ہو تو بتائیے۔ جہانگیر نے گہری ٹھنڈی آہ بھر کر کہا "صرف کشمیر"۔

وادی کشمیر کے منظر دیکھنے کا جو لطف ہوائی جہاز میں بیٹھ کر آتا ہے وہ وادی میں گھوم پھر کر نہیں آتا۔ ایسا دلکش اور حیرت انگیز نظارہ ہوتا ہے کہ بے اختیار ہمیشہ یہیں رہ جانے کو جی چاہتا ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ آنکھوں میں خود بخود طراوت آتی ہے۔ دل میں خود بخود سکون اور ٹھنڈک کی لہریں سی اٹھتی ہیں۔ دماغ خود بخود معطر ہو جاتا ہے۔"

(نائیگل کیمرون۔ کشمیر جنت نظیر۔ "سیارہ ڈائجسٹ" جون 1964ء صفحات 32-17 ترجمہ محمد نعیم خالد)

دیوان جرمنی داس مصنف "مہاراجہ":

ہندوستان کے نامور قلم کار، مدبر اور دانش ور، متعدد کتابوں کے مصنف، دیوان جرمنی داس نے اپنی تصنیف "مہاراجہ" میں "تہذیب کا گہوارہ" کے عنوان سے کشمیر پر ایک باب قلم بند کیا ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ

"کشمیر ہمالیہ کے مرکز میں واقع حسن سے معمور ایک خواب نگر ہے۔ اس کا فطری حسن، اس کی بستیاں، اس کی چراگاہیں، اس کی پہاڑیاں، اس کی برف پوش چوٹیاں، اس کے علم وفن کے حامل لوگ،

ان کی جسمانی دلکشی اور اس کی قدیم ثقافت، شاعروں اور تاریخ دانوں کی دلچسپی کے موضوعات رہے ہیں۔ مشرق و مغرب کے شاعروں اور ادیبوں نے اس کے قصیدے لکھے ہیں۔ بیرونی علاقوں سے آنے والے سیاح کو اس کی برف پوش چوٹیاں، چمکتی ندیاں، عظیم الشان گھنے جنگلات، چھوٹی چھوٹی بستیاں، سبزیوں کے کھیت، اور پھلوں کے باغات، شفاف پانی سے بھری جھیلیں اور ٹراؤٹ مچھلی کی کثرت دیکھ کر ادراک ہوتا ہے کہ مغل بادشاہوں نے کشمیر کو جنت کیوں قرار دیا تھا۔''

''کشمیر صدیوں سے مشرق میں فن اور تہذیب کا سرچشمہ رہا ہے۔ اس کا فطری حسن اور شکوہ مستزاد ہے۔ کشمیری فنون دستکاری، موسیقی اور فکر و فلسفے سے انسان آسانی سے اس کے فنکارانہ اور تہذیبی ورثے کے بارے میں اندازہ لگا سکتا ہے۔ کشمیر عظیم ماضی کا حامل ہے۔ اس کی تاریخ ہندوستان کے ہر علاقے سے زیادہ قدیم ہے۔ ڈاکٹر نیو نے اپنی کتاب Thirty Years in Kashmir میں سچ لکھا ہے کہ قدیم ہندوستان کی کوئی تہذیب کشمیری تہذیب سے برتر نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ سے کئی صدیاں پہلے کشمیر روحانی اور علمی عظمت میں ہندوستان بھر میں سب سے آگے تھا۔ اس کی علمی شہرت مشرقی دنیا کی حدوں سے باہر تک نکل گئی تھی۔''

''تبت، چین، ترکستان، روس اور افغانستان کی راہوں کا سنگم اور اپنے منفرد جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے کشمیر صدیوں تک سادھوؤں اور عالموں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔''

(دیوان جرمنی داس۔ مہارانی۔ صفحہ 305-307)

سر گوپالا سوامی آئینگر اور کشمیر:

1938ء میں جنوبی ہند کے ایک عظیم دانشور سر گوپال سوامی آئینگر کو جموں کشمیر کا وزیراعظم مقرر کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی سرزمین کشمیر کے ایک بطل جلیل پنڈت رام چند کاک کو ریاست کا چیف سیکرٹری بنا دیا گیا۔ آئینگر تامل ناڈو (سابق مدارس) کے رہنے والے تھے نہایت قابل اور ذی فہم آدمی تھے۔ ایک دن پنڈت کاک نے آئینگر صاحب سے پوچھا آپ کشمیر کی خوبصورتی کی وجہ سے یہاں ملازمت کرنے آئے ہوئے ہیں؟ آئینگر کے جواب نے کاک صاحب کو حیران کر دیا۔ ان کا جواب تھا کہ:

''میں نے اپنے بزرگوں سے سنا تھا کہ علم، تہذیب اور دھرم کا سب سے اعلیٰ اور سب سے قدیم منبع ہمالیہ کی گود میں لپٹا کشمیر ہے۔ ہمارے ہاں اب بھی کسی بچے کو پہلی بار پڑھنے کے لیے پاٹھ شالہ بھیجتے ہیں تو اسے کشمیر کی طرف منہ کر کے سات قدم اٹھانے ہوتے ہیں۔ اس رسم کو ہم ''ست پدی'' کہتے ہیں۔ یہ اس بات کا اعتراف ہوتا ہے کہ کشمیر علم و ادب کا ایسا مانسرو ور ہے جس سے جڑے بغیر نہ گیان حاصل ہو سکتا ہے نہ دھیان اور دھرم۔ میری انتہائے جنوب (تامل ناڈو) سے انتہائے شمال (کشمیر) آنے کی اصل وجہ یہی ہے کہ میں اس گیان کے سمندر میں ڈبکیاں لگانا چاہتا ہوں۔''

(ہفت روزہ ''چٹان'' سری نگر 20 تا 27 جنوری 2006ء)

علامہ اقبال:

علامہ اقبال کو کشمیر سے بہت محبت تھی۔ انہوں نے کئی مقامات پر کشمیر کے حسن و رعنائی کی تعریفیں کی ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

کوہ و دریا و غروب آفتاب
من خدا را دیدم آنجا بے حجاب

"یعنی میں نے کوہستانوں، دریاؤں اور غروب آفتاب کے منظر کو دیکھ کر یوں محسوس کیا جیسے میں خداوند تعالیٰ کی ذات کو بے حجاب دیکھ رہا ہوں۔"

ایک اور جگہ کسی حسین وجمیل منظر کو دیکھ کر انہوں نے فی البدیہہ کہا:

تو گوئی کہ یزداں بہشت بریں را
نہادست در دامن کوہسارے

"یعنی تم اس منظر کو دیکھو تو تمہاری زبان سے نکلے کہ خداوند تعالیٰ نے بہشت بریں کا کوئی ٹکڑا یہاں پہاڑ کے دامن میں لا کر رکھ دیا ہے۔"

یوں تو دنیا میں بہت سے ایسے ممالک ہیں جو اپنے قدرتی حسن کی وجہ سے سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنے رہتے ہیں اور جن کی وجہ سے ان ممالک کی قومی آمدن کا بیشتر حصہ سیاحت سے وصول ہوتا ہے لیکن کشمیر کا معاملہ دنیا بھر میں انتہائی منفرد اور بے مثال ہے۔ یوں تو 85000 مربع میل پر پھیلی ہوئی سرزمین کشمیر اجتماعی طور پر بھی قدرتی حسن کے متلاشیوں کی مرکز نگاہ بنی رہتی ہے لیکن اس کے مختلف پہلو دنیا بھر کے سیاحوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ ان میں سرسبز وشاداب وادیاں، پہاڑوں کی سربفلک چوٹیاں، شفاف پانی کے چشمے اور جھیلیں، دلفریب باغات اور تاریخی مقامات شامل ہیں۔

اگلے صفحات میں ہم کشمیر کی سیاحت کے ان سب مراکز کا اجمالی جائزہ پیش کریں گے۔

جھیلیں

جھیل وولر:

سوپور اور بانڈی پورہ کے درمیان واقع ہے۔ یہ ایشیاء کی سب سے بڑی میٹھے پانی کی جھیل کہلاتی ہے۔ اس کی لمبائی 30 کلومیٹر اور چوڑائی 10 کلومیٹر ہے۔ اس میں مچھلیاں کثرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہاں مرغابی کا شکار بھی بہت ہوتا ہے۔ سلطان زین العابدین نے اس جھیل کے درمیان میں ایک چھوٹا سا جزیرہ بنوایا تھا جس کا نام "زینہ لانک" رکھا گیا تھا۔ اس کی لمبائی 85 میٹر اور چوڑائی 70 میٹر ہے۔ جھیل وولر کا پرانا نام "مہاپدم سر" ہے۔ اس میں دوپہر کے بعد سخت طوفان آتے ہیں۔ جھیل کی سطح سمندر سے بلندی 5180 فٹ ہے۔ دریائے جہلم مشرق سے اس میں داخل ہوتا ہے اور مغرب کی طرف سے خارج ہوتا ہے۔ اس جھیل میں مچھلی کے علاوہ سنگھاڑہ کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔

جھیل ڈل:

یہ سری نگر شہر کے قریب کوہ سلیمان اور کوہ ماران کے درمیان واقع ہے۔ اس کی لمبائی چھ کلومیٹر ہے اور چوڑائی چار کلومیٹر ہے۔ مغل بادشاہوں نے اس کے کنارے کئی باغ لگوائے تھے۔ جھیل کے اندر کئی مصنوعی جزیرے بنائے گئے ہیں۔ جن کے نام "سونہ لانک" **Golden Island**، "روپہ لانک" **Silver Island** اور نہرو پارک ہیں۔ جھیل کی سطح پر کنول کھلے رہتے ہیں۔ اس میں مچھلی بھی کثرت سے پائی

جاتی ہے۔ جھیل ڈل میں سینکڑوں کی تعداد میں ہاؤس بوٹ House Boat اور شکارے ہیں، جو رہائش کے ساتھ ساتھ سیر کے بھی کام آتے ہیں۔

نگین جھیل:

یہ سری نگر سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ سری نگر کی سب سے خوبصورت جھیل ہے۔ چاروں طرف سے سرسبز درختوں میں گھری ہوئی نیلے پانی کی جھیل انگوٹھی میں پروئے ہوئے نگینے کی طرح لگتی ہے۔ اسی لیے اس کا نام نگین جھیل رکھا گیا ہے۔

جھیل آنچار:

یہ سری نگر سے پانچ کلومیٹر دور گاندر بل روڈ پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی 9 کلومیٹر اور چوڑائی 3 کلومیٹر ہے۔ جھیل میں ندرو اور مچھلی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ ندرو پنجابی میں ''بھیں'' پشتو میں برسنڈے اور انگریزی میں Lotus Roots کہلاتے ہیں۔

مانس بل جھیل:

یہ سری نگر سے 27 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کے چاروں طرف پہاڑوں کی قدرتی فصیلیں ہیں۔ جھیل کا پانی نیلا اور شفاف ہے۔ اس جھیل میں بھی مچھلی اور ندرو بہت پائے جاتے ہیں۔ کنول کے پھول بھی کثرت سے ہوتے ہیں۔ اس کی گہرائی 47 فٹ ہے۔

جھیل شیش ناگ:

پہلگام سے 16 کلومیٹر دور واؤ جن کے مقام پر یہ برفانی جھیل واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی 4000 میٹر ہے۔ اس کی تہہ میں سبز رنگ کی ریت پائی جاتی ہے۔

جھیل کونسر ناگ:

یہ بھی ایک برفانی جھیل ہے۔ موسم سرما میں اس پر برف کے تودے تیرتے رہتے ہیں۔ شوپیاں سے 25 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی 7 کلومیٹر اور چوڑائی 3 کلومیٹر ہے۔ سطح سمندر سے 15,000 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہ جون کے مہینے تک منجمد رہتی ہے۔

گنگابل جھیل:

یہ جھیل کوہ ہرمکھ کی چوٹی پر سطح سمندر سے 11700 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ کشمیر کے ہندوؤں کے لیے یہ ہردوار کا درجہ رکھتی ہے۔ یہاں ہر سال 11 اگست کو میلہ لگتا ہے۔

جھیل تارسر مارسر:

یہ دو جھیلیں امرناتھ غار کے قریب واقع ہیں۔

جھیل کرشن سر وِشن سر:

یہ جھیلیں سونہ مرگ کے علاقے میں واقع ہیں۔ یہ دونوں جھیلیں کوہ پیماؤں کی توجہ کا مرکز بھی بنی رہتی ہیں۔

ال پتھر جھیل:

گل مرگ سے 13 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ جون کے وسط تک اس کا پانی جما رہتا ہے۔

شینڈور جھیل:

یہ 12258 فٹ کی بلندی پر گلگت اور چترال کی سرحد پر واقع ہے۔ جھیل

چاروں طرف سے برفانی چوٹیوں میں محصور ہے۔ اس کے کنارے ایک پولوسٹیڈیم بنایا گیا ہے، جہاں پولو کے مقابلے منعقد ہوتے ہیں۔

بورٹ جھیل:

گلگت کے شمال مغرب میں ہنزہ اور خنجراب کے درمیان واقع ہے۔ سطح سمندر سے 16000 فٹ بلند ہے۔

کچورہ جھیل:

بلتستان میں سکردو سے گلگت جانے والی سڑک پر بیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ شنگریلا جھیل بھی کہلاتی ہے۔ جھیل کی لمبائی 3 فرلانگ اور چوڑائی 400 گز ہے۔ اس میں ٹراؤٹ مچھلی پائی جاتی ہے۔ جھیل کے آس پاس خوبانی، آڑو اور سیب کے درخت بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اس جھیل کو سیاح "ہنی مون لیک" "Honey Moon Lake" کہتے ہیں۔

ست پارہ جھیل:

سکردو سے جنوب کی جانب پانچ میل کے فاصلے پر ست پارہ جھیل واقع ہے۔ یہ برف پوش پہاڑوں میں گھری ہوئی انتہائی خوبصورت جھیل ہے۔ اس میں مچھلی کثرت سے پائی جاتی ہے۔

راما جھیل:

ضلع دیامیر کے گرمائی صدر مقام استور سے 14 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مچھلی کے شکار کے لیے خاص طور پر مشہور ہے۔ نانگا پربت چوٹی کے دامن میں واقع ہونے کی بناء پر اس کی اہمیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

پنگانگ جھیل:

یہ جھیل مشرقی لداخ میں چوشل کے مقام پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی 120 کلومیٹر ہے جس میں سے 70 کلومیٹر لداخ میں اور 50 کلومیٹر تبت میں ہے۔

جھیل سرن سر:

یہ خوبصورت جھیل جموں سے 80 کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔ یہ چاروں طرف سے درختوں میں گھری ہوئی ہے۔

جھیل سنا سر:

یہ جھیل بٹوت کی ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ چاروں طرف سے دیودار کے درختوں سے گھری ہوئی ہے۔ جموں سے اس کا فاصلہ 129 کلومیٹر ہے۔ بہت خوبصورت سیر گاہ ہے۔

رتی گلی جھیل:

یہ وادی نیلم میں مظفرآباد سے 80 کلومیٹر کے فاصلے پر دواریاں کے قریب واقع ہے۔ اس سحر انگیز جھیل کو "پریوں کی جھیل" کہا جاتا ہے۔ اس کی لمبائی ایک میل اور سطح سمندر سے بلندی 7000 فٹ ہے۔ اسی علاقے میں دو اور جھیلیں بھی موجود ہیں۔ ایک لوات سے 13 میل کے فاصلے پر اور دوسری سرگن نالہ میں شاردہ سے 18 میل کے فاصلے پر کالا جندر کے مقام پر واقع ہے۔

باغات

اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ کشمیر میں جتنے باغات آج نظر آرہے ہیں ان میں سے بیشتر مغل حکمرانوں نے بنوائے ہیں۔ مغلوں نے پہلے ہندوستان کو اور پھر کشمیر کو تسخیر کیا۔ مغل شہنشاہ اکبر اعظم نے آٹھ حملوں کے بعد 1586ء میں کشمیر کو تسخیر کیا۔

کشمیر کے باغات مغل حکمرانوں کے مرہونِ منت ہیں۔ شہنشاہ بابر سے لے کر شاہ جہاں تک سب نے اپنے اپنے دور میں باغوں کی طرف توجہ دی اور کشمیر کو جنت ارضی بنانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ جہانگیر کو کشمیر سے عشق تھا۔ اس نے شالامار باغ اور ویری ناگ باغ کی صورت میں اپنی خوبصورت یادگاریں چھوڑی ہیں۔

شاہجہاں نے جہانگیر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جنت ارضی کی تزئین کا کام جاری رکھا۔

میوہ دار درختوں میں قلم یا پیوند لگانے کا رواج یہاں نہیں تھا۔ مغلوں نے اس فن کو رواج دیا۔ اس کے نتیجہ میں مختلف انواع کے میوہ جات کی پیداوار شروع ہوگئی۔ اس طرح بادام، شفتالو، پستہ، انار، خوبانی اور آڑو وغیرہ کی مختلف اقسام یہاں رواج پاگئیں۔

کشمیر میں مغلوں نے بعض باغ چشموں پر بنوائے۔ ان میں خاص طور پر ویری ناگ، اچھ بل، صفاپور اور چشمہ شاہی قابل ذکر ہیں۔

اس کے ساتھ ہی یہاں کی تہذیب اور ثقافت پر گہرے اثرات پڑے۔ نوروز

کا تہوار کشمیری بھی بہت شوق سے مناتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر سال بادام، خوبانی، آلو بخارا اور دوسرے پھل دار درختوں کے پھول کھلنے کے موسم میں (پھول کھلنے کو کشمیری زبان میں پوشہ بھلئی کہتے ہیں) کشمیری ان باغوں میں جاتے ہیں اور دن بھر تفریح میں گزارتے ہیں۔

شالیمار باغ:

اس باغ کو شہنشاہ جہانگیر نے 1619ء میں جھیل ڈل کے کنارے تعمیر کیا تھا۔ اسے ایک نہر کے ذریعے جھیل ڈل سے ملایا گیا ہے۔ نہر کی لمبائی ایک میل کے قریب ہے اور چوڑائی 12 گز ہے۔ باغ کی کل لمبائی 590 گز ہے جبکہ اس کی چوڑائی 200 گز کے قریب ہے۔ باغ کو چار باغیچوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر باغیچہ سلسلہ وار ایک دوسرے سے اونچائی پر واقع ہے۔ باغ کے طول میں ایک جیسی طوالت کے حوض تعمیر کیے گئے ہیں اور یہ باغ کے بیچوں بیچ واقع ہیں۔ ان کو ڈیڑھ فٹ گہری اور 9 سے 14 فٹ چوڑی ندیوں سے جوڑا گیا ہے۔ ان ندیوں، حوضوں، آبشاروں کو سیاہ سنگ مرمر سے سجایا گیا ہے۔ فواروں کے لیے پانی ہارون (Harwan) سے لایا گیا ہے۔ چوتھا تختہ سیاہ سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے اور خواتین کے لیے مخصوص ہے۔

نشاط باغ:

اسے نور جہاں کے بھائی آصف خان نے تعمیر کروایا تھا۔ یہ باغ جھیل ڈل سے جنوب کی طرف واقع ہے۔ اس کا طول 555 گز ہے اسے دس تختوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں سے تین تختے دوسروں سے بلندی پر واقع ہیں۔ ان تختوں کے درمیان میں سے نہر تعمیر کی گئی ہے۔ جس کی چوڑائی 13 فٹ اور گہرائی 8 انچ کے قریب ہے۔ باغ کے دونوں سروں پر دوبارہ دریاں بنائی گئی ہیں جن میں نیچے والی پتھروں کی بنیاد پر لکڑی سے تعمیر کی گئی ہے۔ اس کا نچلا فرش 59 فٹ لمبا اور 48 فٹ

چوڑا ہے۔ اس کے اندر کئی فوارے لگائے گئے ہیں۔ اوپر والی منزل میں دائیں اور بائیں جانب راہ داریاں بنائی گئی ہیں۔ جنوبی سمت بھی اسی قسم کی ایک تعمیر ہے۔ یہاں سے باغ اور جھیل ڈل کا حسین منظر نظر آتا ہے۔ راستوں پر چنار اور سرو کے درخت لگائے گئے ہیں۔

نسیم باغ:

یہ باغ جھیل ڈل کے غربی جانب بنایا گیا ہے۔ اسے شاہ جہاں نے بنوایا تھا۔ اس میں 1200 چنار کے پودے لگائے گئے تھے۔ بتایا گیا ہے کہ انہیں دودھ اور پانی سے سینچا گیا تھا۔

چار چنار باغ:

شہزادہ مراد نے 1641ء میں لگوایا تھا۔

چشمے

چشمہ شاہی:

چشمہ شاہی سری نگر کے قریب زیب ون کے مقام پر واقع ہے۔ اچھ بل کے چشمے کے ساتھ بھی ایک باغ لگوایا گیا تھا جس کا فاصلہ سری نگر سے چالیس میل ہے۔ اسی طرح چشمہ ویری ناگ کے ساتھ بھی جو کہ دریائے جہلم کا منبع ہے، ایک باغ لگایا گیا ہے۔

چشمہ ویری ناگ:

یہ چشمہ اور باغ سری نگر سے 48 میل کے فاصلے پر بانہال نامی پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ دریائے جہلم اسی چشمے سے جنم لیتا ہے۔ شہنشاہ جہانگیر کے دور حکومت میں اس چشمے کے گرد ایک عمارت تعمیر کی گئی اور ایک خوبصورت باغ لگوایا گیا۔ باغ اور آبشار نے اس مقام کے حسن میں بے پناہ اضافہ کر دیا۔ چشمہ میں مچھلی بکثرت پائی جاتی ہے۔ لیکن یہاں شکار کرنا منع ہے۔

کشمیر میں چشموں میں پائی جانے والی مچھلیوں کے تحفظ کے بارے میں ایک محاورہ بہت عام ہے کہ

''ناگہ گاڈہ چھ وچھنیہ حلال تہ کھینہ ء حرام''

یعنی چشموں کی مچھلیوں کو دیکھنا حلال ہے اور کھانا حرام۔

اس طرح سارے کشمیر میں چشموں کے اندر پائی جانے والی مچھلیاں لوگوں

کی دست برد سے محفوظ رہتی ہیں۔

چشمہ اچھ بل:

اسلام آباد شہر سے صرف پانچ میل کے فاصلے پر پہاڑ کے دامن میں ایک خوبصورت چشمہ پھوٹتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مغل بادشاہوں کے زمانے میں ایک خوبصورت باغ لگایا گیا تھا۔ گرمی کے موسم میں یہاں سیاحوں کی بہتات رہتی ہے۔

اننت ناگ:

اسلام آباد شہر کا پرانا نام اننت ناگ ہے۔ جس کے معنی ہیں "ان گنت چشمے" اس شہر میں کئی چشمے نکلتے ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام ملخ ناگ ہے۔ اس چشمے کا پانی گرم اور گندھک آمیز ہوتا ہے جو کہ جلدی امراض کے لیے اکسیر ہے۔ ایک بڑا چشمہ "ناگ بل" کے نام سے موسوم ہے جو اسلام آباد کے دامن کوہ سے نکلتا ہے۔ اس چشمے کے ساتھ ہندوؤں کا ایک مندر، سکھوں کا ایک گوردوارہ اور مسلمانوں کی ایک مسجد موجود ہے۔ مسجد کا نام "مسجد دارالشکوہ" ہے۔ ان فرقوں میں آپس میں کبھی کوئی فساد نہیں ہوا جو کہ یہاں کی فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی دلیل ہے۔ اس شہر میں اور بھی کئی چھوٹے بڑے چشمے ہیں جن کا پانی آخر کار دریائے جہلم سے آملتا ہے۔

چشمہ مارتنڈ:

یہ چشمہ اسلام آباد سے پانچ میل کے فاصلے پر شمال کی جانب واقع ہے۔ اس جگہ کو "بھون" اور "مٹن" کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ یہ ہندوؤں کا ایک متبرک تیرتھ ہے۔ یہاں مہاراجہ للتادت کے زمانے کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔

چشمہ ککڑ ناگ:

یہ چشمہ اسلام آباد سے آٹھ میل کے فاصلے پر مشرق کی سمت واقع ہے۔ یہ

پانچ چھوٹے چھوٹے چشموں کا مجموعہ ہے۔ اس کا پانی نہایت صاف اور ٹھنڈا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوبصورت باغ بھی ہے۔

چشمہ کھیر بھوانی:

بارہ مولہ کے علاقے میں تلاملا کے مقام پر واقع ہے۔ یہاں ہندوؤں کے مشہور تیرتھ کھیر بھوانی کا میلہ لگتا ہے۔ جس میں کثیر تعداد میں یاتری شرکت کرتے ہیں۔

گرم پانی کے چشمے:

ضلع پونچھ میں ہجیرہ سے 29 کلومیٹر مشرق کی جانب دریائے پونچھ کے دائیں کنارے گندھک آمیز گرم پانی کا ایک چشمہ موجود ہے۔ اس کا پانی جوڑوں کے درد اور جلدی امراض کے لیے نہایت شفا بخش ہے۔ چنانچہ دور دور سے لوگ آ کر اس پانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کوٹلی سے اس جگہ کا فاصلہ 37 کلومیٹر ہے۔

گرم پانی کے چشمے کشمیر میں اور بھی کئی جگہ پائے جاتے ہیں۔ وادی شگر میں چھونتروں، بسیل، چونگوں اور چھمو کے پاس گرم پانی کے چشمے پائے جاتے ہیں۔ بسیل چشمے کا پانی بہت ہی گرم ہے۔ جس سے گندھک کی بو آتی رہتی ہے۔ چلو میں نالہ کندوس میں چھوغو اور خورکون کے مقام پر گرم پانی کے چشمے موجود ہیں۔ شاہراہ ریشم پر چلاس سے آگے سڑک کے کنارے گرم پانی کے چشمے موجود ہیں لیکن اب تک انہیں محفوظ نہیں کیا گیا۔ راجوری کو جموں سے ملانے والی سڑک پر کالاکوٹ کے قریب تتہ پانی پر منڈل کا چشمہ موجود ہے۔ ہیرپور سے دس میل کے فاصلے پر تتہ پانی دگجن اور تتہ پانی پروڑی گوجراں موجود ہے۔ ان چشموں کا پانی گرم ہوتا ہے لیکن اس میں بو نہیں ہوتی۔

جھیل ڈل کے اردگرد 51 چشمے دریافت:

حال ہی میں سری نگر کے اخبار "کشمیر عظمیٰ" میں ڈاکٹر ایم رشید الدین کا ایک مضمون "کشمیر کے سرچشمے، تباہی کے دہانے پر" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے کشمیر کے چشموں کے بارے میں کئی حیرت انگیز اور تشویشناک انکشافات کئے ہیں۔ ہم ان کی تحریر میں سے کچھ اقتباسات قارئین کے ملاحظہ کیلئے پیش کر رہے ہیں۔

"راقم نے ایک سائنسی تحقیق کے تحت جھیل ڈل کے اردگرد تقریباً اکیاون (51) چشمے دریافت کیے ہیں۔ جن میں شیخ محلہ ناگ، ریشی محلہ ناگ، مخدوم محلہ ناگ، بانجی محلہ ناگ، کاندر محلہ ناگ، خاکی محلہ ناگ وغیرہ وغیرہ شامل ہیں، جو ارباب اختیار کی بے اعتنائی و غفلت شعاری اور لوگوں کی حرص کی وجہ سے نہ صرف روبہ زوال ہیں بلکہ ان کا پانی بڑی حد تک آلودہ ہو چکا ہے۔ ان کی آلودگی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان چشموں میں بستیوں سے نکلنے والا گندہ پانی شامل ہو جاتا ہے۔ ان پانیوں میں مضرِ صحت جراثیم کا روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔"

"چشمہ شاہی سلاطین اور امراء کا چشمہ "صاف تھا لیکن اس کے پانی میں بھی دھیرے دھیرے آلودگی کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔

"جھیل آنچار کے ملحق اور اس کے کناروں پر بھی بیشتر چشمے وچار ناگ، موختہ پکھری، وسنجو ناگ وغیرہ کا سائنسی تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کا پانی نہایت آلودہ ہو گیا ہے اور ایسے پانی سے بہت سی بیماریوں کے لاحق ہو جانے کا اندیشہ ہے۔"

وچار ناگ کو ہندو بھائی پوتر یعنی پاک سمجھتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ اس چشمے میں غسل کرنے سے گناہ دھل جاتے ہیں۔

ہمارے یہاں چشموں کا سرتاج ویری ناگ کو سمجھا جاتا ہے جو دریائے جہلم کا منبع ہے۔ اس چشمے میں کلورائیڈ اور آکسیجن خاصی مقدار میں موجود ہے۔ یہ آلودگی سے پاک ہے کشمیری مچھلیوں کی خاصی تعداد بھی اس میں موجود ہے۔

ضلع اسلام آباد میں بے شمار چشمے ہیں جن میں سے بیشتر گندھک والے ہیں۔ عام طور پر جلدی امراض کے مریض ان پانیوں سے نہانے سے صحت مند ہو جاتے ہیں۔ متن کے چشموں کا پانی گرمیوں میں آکسیجن کی کمی کا شکار ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان چشموں میں پلنے والی مچھلیاں موت کا شکار ہو جاتی ہیں۔"

صاحبِ مضمون نے اپنی تحریر کا خاتمہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

"ضرورت اس بات کی ہے کہ چشموں کی حفاظت اور ان کی غلاظت کو صاف کرنے کی سرعت سے سعی کی جائے۔ یہ کام انفرادی اور اجتماعی طور پر لوگوں کے اشتراک سے عمل میں لائے جائیں۔ چونکہ ریاستی قانون کے تحت ہر ایک چشمہ خواہ وہ کسی شخص کی زرعی جاگیر، زمین یا صحن میں ہی کیوں نہ ہو قانونی طور پر سرکاری ہے۔ اس لئے حکومت اور ارباب اختیار پر بھی لازم ہے کہ وہ ان چشموں کی حفاظت، تعمیر اور مرمت کا کام لازماً اور ترجیحی بنیادوں پر ہاتھ میں لے لیں۔"

(ڈاکٹر ایم رشید الدین: "کشمیر عظمیٰ" 7 جنوری 2007ء)

چند انتہائی قابل دید مقامات

گل مرگ:

گل مرگ وادی کشمیر کا مشہور ترین صحت افزاء مقام ہے۔ یہ وادی کشمیر کے جنوب مغربی خطہ میں پیر پنجال کی ڈھلوانوں میں 8950 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کا فاصلہ سری نگر سے مغرب کی جانب 56 کلومیٹر ہے۔گل مرگ کی وادی ساڑھے تین کلومیٹر لمبی اور ایک کلومیٹر چوڑی ہے۔ ساری ڈھلوانیں اور میدان مخملیں سبزے سے ڈھکے ہوئے ہیں جن میں سبزے کے ساتھ ساتھ رنگ برنگے خودرو پھولوں کی کثرت پائی جاتی ہے۔ شہنشاہ جہانگیر نے ان ڈھلوانوں میں اپنی ملکہ نور جہاں کے ساتھ خودرو پھولوں کی 21 اقسام دریافت کی تھیں۔

سونہ مرگ:

سری نگر سے لیہہ جانے والی سڑک پر 84 کلومیٹر کے فاصلے پر سونہ مرگ کا صحت افزاء مقام آتا ہے۔ یہ خودرو پھولوں، سبزہ اور سرسبز جنگلات سے گھرا ہوا انتہائی خوبصورت مقام ہے۔ سونہ مرگ کی سطح سمندر سے بلندی 9800 فٹ ہے۔ کوہ پیماؤں کے لیے سونہ مرگ ایک مثالی بیس کیمپ ہے۔ یہاں سے ہمالیائی جھیلوں وشن سر، کرشن سر اور گنگا بل تک راستے جاتے ہیں۔

پہل گام:

پہل گام سری نگر سے 96 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ وادیٔ کشمیر کی جنت نظیر سیرگاہ ہے۔ یہاں پہاڑوں کی اونچائی سے بہہ کر آنے والی ندیاں ایک پُرشور نالہ "لدر" کی شکل اختیار کرتی ہیں۔ جس میں ٹراوٹ مچھلی کی پرورش گاہ قائم کی گئی ہے۔ پہل گام کوہ پیماؤں کے لیے ایک مثالی جگہ ہے۔ امرناتھ کا تیرتھ، چندن واڑی کے حسین سبزہ زار، شیش ناگ جھیل اور کولاہائی گلیشیر پہل گام کے مضافات میں واقع ہیں۔

قدیم مذہبی اور دھارمِک مقامات

امرناتھ:

سری نگر سے 85 میل دور اور پہل گام سے 27 میل کے فاصلے پر سطح سمندر سے 12500 فٹ کی بلندی پر امرناتھ کا مشہور تیرتھ واقع ہے۔ بھارت کے دور دراز علاقوں سے ہر سال ساون کے مہینے میں پورن ماشی کے موقع پر یاتریوں کی بڑی تعداد امرناتھ جی کے درشن کو آتی ہے۔ امرناتھ جی کا پرانا نام امریشور تھا۔ یاتری پہل گام سے روانہ ہو کر گنیش بل کے مقام پر اشنان کرتے ہیں۔ اس کے بعد چندن واڑی پہنچتے ہیں۔ جھیل شیش ناگ میں پھر اشنان کرتے ہیں۔ اس سے آگے پنچ ترنی یعنی پانچ ندیوں کی باری آتی ہے۔ یہاں ہر ندی میں اشنان کر کے یاتری آگے بڑھتے ہیں۔ دوسرے دن یاتری اپنی منزل یعنی مقدس غار کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ غار میں داخل ہو کر یاتری اونچی آواز میں بھجن گانا شروع کرتے ہیں۔ "بھگوان ہمیں درشن دو" یاتریوں کے شور سے جنگلی کبوتروں کا ایک جوڑا باہر نکل آتا ہے۔ یہی امرناتھ جی کا درشن ہے۔ واپسی پر یاتری اشنان کر کے اپنا برت توڑتے ہیں۔

تری کوٹا:

جموں شہر کے شمال کی جانب ریاسی کے مشرق میں چند میل کے فاصلے پر ایک غار ہے جس میں ویشنو دیوی کا مندر ہے۔ زمانہ قدیم سے ہی یہ مقام ہندوؤں کا متبرک تیرتھ رہا ہے۔ غار کی لمبائی 30 میٹر یعنی 100 فٹ کے قریب ہے۔ غار کے اندر

سے ٹھنڈا یخ پانی بہتا رہتا ہے۔ اس غار کے پرلے سرے پر پہاڑی کی تین نوک دار چٹانیں کھڑی ہیں۔ ان تینوں چوٹیوں کو تین دیویوں مہا کالی، مہالکشمی اور مہاسرسوتی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ان چوٹیوں کی وجہ سے اس مقام کو تری کوٹا دیوی کا نام دیا گیا ہے۔ یہاں ایک چشمہ ہے جس کا پانی مارچ سے نومبر تک ٹھنڈا رہتا ہے لیکن دسمبر سے فروری تک اتنا گرم ہو جاتا ہے کہ ہاتھ لگانا مشکل ہوتا ہے۔ تری کوٹا کا جموں سے فاصلہ شمال کی جانب 37 میل ہے۔

چرار شریف:

چرار شریف حضرت شیخ نورالدین ولی کی زیارت کی وجہ سے بہت مشہور ہے جنہیں نُند ھ رشی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کشمیر میں انہیں رشیوں کے سلسلہ کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔ نُند ھ رشی ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں میں یکساں مقبول ہیں۔ ان کا مقصد حیات خلق خدا کی خدمت تھا۔ وہ انتہائی سادہ اور پاکیزہ زندگی بسر کرتے رہے۔ انہوں نے عوام کو سادگی، پیار، محبت اور بھائی چارے کا درس دیا۔ انہوں نے اپنی تعلیمات میں مذہبی انتہاء پسندی کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ وہ ملاؤں اور پروہتوں کی ریاکاری کے سخت مخالف تھے۔ انہوں نے ساری عمر صرف انسانیت کا درس دیا۔ ان کے ایک بیت کو مع ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

''ملئی ڈ چھ ہن تہ مولینائے رومی دتہ ملہ ڈیشتھ پرزہ استغفار''

''اگر تم کسی مولوی کو دیکھنا چاہتے ہو تو مولانا روم کو دیکھو ورنہ ہر ملا کو دیکھ کر استغفار پڑھو''

جب نُند ھ رشی کا انتقال ہوا تو سلطان زین العابدین بہ نفس نفیس ان کے جنازے کو کندھا دینے آئے۔

چرار شریف سری نگر سے 28 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں ہر سال نُند ھ

رشی کا عرس منایا جاتا ہے جس میں کشمیر کے طول وعرض سے ہر فرقے کے لوگ شرکت کرتے ہیں۔

چند سال قبل (13 مئی 1995ء) حضرت نورالدین ولیؒ کی زیارت اور مسجد کو پراسرار طور پر آگ لگا دی گئی جس سے زیارت اور مسجد کے علاوہ سینکڑوں مکانات بھی جل کر خاکستر ہو گئے۔

شاردہ:

وادی نیلم میں مظفر آباد سے شمال مشرق کی جانب 136 کلومیٹر کے فاصلے پر شاردہ کا تاریخی مقام واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی 6500 فٹ ہے۔ اپنے قدرتی حسن اور دلفریب مناظر کی بناء پر وادی نیلم کا دل کہلاتا ہے۔ یہاں دو پہاڑیاں شاردی اور ناردی کے نام سے موسوم ہیں۔ روایت ہے کہ ان پہاڑیوں کو یہ نام قدیم زمانے کی دو شہزادیوں کی نسبت سے دیئے گئے۔ شاردہ دریائے نیلم کے بائیں کنارے واقع ہے۔ کشمیر سے چلاس جانے والا راستہ شاردہ سے ہو کر گزرتا ہے۔ شاردہ میں سرگن نالہ اور نیلم کے سنگم پر ٹراؤٹ مچھلی کی پرورش گاہ ہے۔ شاردہ تاریخی اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں ایسے آثار موجود ہیں جن سے ہزاروں سال پہلے کی بدھ تہذیب کی عظمت کا نشان ملتا ہے۔ یہاں بدھ مت کے عہد میں ایک عظیم یونیورسٹی قائم تھی جہاں مشرق بعید تک کے طلباء حصول علم کے لیے آیا کرتے تھے۔ شاردہ کے مقام پر قدیم زمانے کے ایک مندر کے آثار بھی موجود ہیں۔ یہ مندر براہما کی اہلیہ شاردہ کے نام پر بنایا گیا تھا۔ پنڈت کلہن نے اپنی کتاب ''راج ترنگنی'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔ عرب مورخ البیرونی نے ''کتاب الہند'' میں اسی مندر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''ہندو اس مندر کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور دور دراز سے اس کی یاترا کے لیے آتے ہیں۔''

1422ء میں بڈ شاہ نے شاردہ کی زیارت کی تھی۔

اہم تاریخی مقامات

اکھنور کا قلعہ:

اکھنور کا قلعہ جموں سے 18 میل شمال مغرب میں دریائے چناب کے دائیں کنارے سطح سمندر سے 1122 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہاں سے بھمبر کا فاصلہ 36 میل، راجوری کا 90 میل اور شوپیاں کا فاصلہ 86 میل ہے۔ یہاں قدیم زمانے کا مربع شکل کا ایک تاریخی قلعہ ہے، جس کی بلند دیواریں 200 گز لمبی اور 3 فٹ موٹی ہیں۔

سکردو:

سکردو 7500 فٹ کی بلندی پر دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے۔ سری نگر کا فاصلہ یہاں سے 150 میل، گلگت کا فاصلہ بھی دیوسائی کے راستے 150 میل ہے۔ قابل دید مقامات میں ست پارہ جھیل (5 میل)، کچورہ جھیل (20 میل) اور وادی شگر (20 میل) کے فاصلے پر واقع ہیں۔ سولھویں صدی کا قلعہ کھرفوچو ایک سنگلاخ چٹان پر تقریباً 2 میل کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔

استور:

سری نگری سے گلگت جانے والی تاریخی شاہراہ پر استور ایک اہم مقام کی حیثیت رکھتا ہے۔ 1947ء سے پہلے گلگت کے لوگ کشمیر اور ہندوستان کے مختلف علاقوں کے سفر کے لیے یہی راستہ اختیار کرتے تھے۔ استور سے سری نگر کا فاصلہ 154

میل ہے جبکہ گلگت یہاں سے 69 میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

استور ضلع دیامر کا گرمائی صدر مقام ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی 7200 فٹ ہے۔ اس علاقہ کے جنگلات میں بھیڑیئے، برفانی چیتے، مارخور، چکور، تیتر اور طاؤس کثرت سے پائے جاتے ہیں اس لیے یہ علاقہ شکاریوں کے لیے خاص توجہ کا حامل ہے۔

استور سے چھ میل کے فاصلے پر راما جھیل واقع ہے جو دس ہزار فٹ کی بلندی پر سیاحتی مرکز ہونے کے علاوہ ٹراؤٹ مچھلی کی پرورش گاہ بھی ہے۔ گرمیوں میں سیاحوں اور کوہ پیماؤں کی بڑی تعداد یہاں آتی ہے۔

اونتی پورہ:

یہ شہر سری نگر اور اسلام آباد سے ایک ہی فاصلے پر (18 میل) دریائے جہلم کے کنارے آباد ہے۔ اس شہر کو مہاراجہ اونتی ورمن نے بسایا تھا اور اپنا دارالحکومت بنایا تھا۔ اونتی ورمن کا دور حکومت 854ء سے 882ء تک رہا۔ وادی کشمیر کا مشہور شہر سوپور بھی مہاراجہ اونتی ورمن نے اپنے وزیر سویا کے نام پر آباد کیا تھا۔ شروع میں اس کا نام سویا پور تھا جو بعد میں سوپور ہو گیا۔

باغ سر (باغ اور قلعہ):

باغ سر بھمبر سے 14 کلومیٹر کے فاصلے پر وادی سماہنی کے آغاز میں واقع ہے۔ مغل حکمرانوں نے سماہنی کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر یہاں اپنا مستقل پڑاؤ بنوایا تھا۔ انہوں نے یہاں نہ صرف باغ بنوایا بلکہ محل وقوع کی اہمیت کی بناء پر یہاں ایک چار منزلہ قلعہ بھی بنوایا۔ قلعہ کے دامن میں باغ سر جھیل منظر کو نہایت خوبصورت بناتی ہے۔

بج بہاڑہ:

قدیم زمانے کا یہ شہر اسلام آباد سے 5 میل اور سری نگر سے 28 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ایک روایت کے مطابق بج بہاڑہ یہاں کے راجوں کا دارالحکومت تھا۔ اور اس کا نام وجے باڑہ تھا یعنی فتح کی جگہ۔ لیکن بعد میں یہ نام بدل کر "بج بہاڑہ" ہو گیا۔ یہاں کی ایک قابل دید چیز قدیم زمانے کا ایک بہت بڑا ٹب ہے۔ جس کی لمبائی 16 فٹ، چوڑائی 6 فٹ اور گہرائی اڑھائی فٹ ہے۔ اس کی دیواروں کی موٹائی 8 انچ ہے اسے ایک ہی پتھر سے تراشا گیا ہے۔ کشمیری زبان میں اسے "ٹٹھل" (Tathul) کہتے ہیں۔

ترال:

ترال کا قصبہ اونتی پورہ سے 6 میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی کے دامن میں واقع ہے۔ یہاں 12 چشمے نکلتے ہیں جن میں سے دیوہ ناگ سب سے بڑا ہے۔

ترال کی وجہ تسمیہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ حضرت میر سید علی ہمدانی کے فرزند میر محمد ہمدانی نے حضرت شاہ ہمدان کی خانقاہ کی تعمیر کرنے کے لیے سلطان قطب الدین سے کچھ زمین خریدی جس کی قیمت تین ہیروں کی شکل میں ادا کی گئی۔ ہیرے کو کشمیری زبان میں لعل کہتے ہیں۔ چنانچہ اس جگہ کا نام ترہ لعل یعنی "تین ہیرے" پڑ گیا جو بعد میں بدل کر ترال ہو گیا۔

توشہ میدان:

سلسلہ پیر پنجال میں 10500 فٹ کی بلندی پر ایک خوبصورت سرسبز و شاداب میدان ہے جسے توشہ میدان کہتے ہیں۔ پونچھ سے سری نگر جانے کے لیے قریب ترین راستہ بھی ہے۔ یہ سال میں صرف تین چار مہینے زیر استعمال رہتا ہے۔ موسم سرما کے آغاز سے یہاں برف باری شروع ہوتی ہے اور جون تک یہ علاقہ برف

سے ڈھکا رہتا ہے۔ 1814ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اسی راستے سے کشمیر کو فتح کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوگیا۔ اس سے قبل محمود غزنوی 1015ء میں اسی راستے کشمیر پر حملہ آور ہوا تھا۔ اسے بھی توشہ میدان کے برف زار نے آگے بڑھنے نہ دیا۔ اسی لیے اس مقام کو کشمیر کا لینن گراڈ قرار دیا جا سکتا ہے جسے عبور کرنا حملہ آوروں کے لیے ہلاکت آفریں ہے۔

جموں:

جموں ریاست کا سرمائی دارالحکومت ہے۔ اس کی سطح سمندر سے بلندی صرف 1200 فٹ ہے۔ یہ دریائے توی کے کنارے آباد ہے۔ جموں کو راجہ جامبولوچن نے 2700 ق م میں آباد کیا تھا۔ کد کا صحت افزا مقام یہاں سے 106 کلومیٹر کے فاصلے پر موجود ہے۔ مانسر جھیل کا فاصلہ یہاں سے 80 کلومیٹر ہے اور سروئیں سر کا فاصلہ 43 کلومیٹر ہے۔ چند میل کے فاصلے پر تاریخی اہمیت کا قلعہ باہو واقع ہے جس کی تعمیر 1775ء میں راجہ رنجیت دیو کے عہد میں ہوئی تھی۔ سکھوں نے 1805ء میں جموں پر قبضہ کیا۔ 1846ء میں انگریزوں نے ایک معاہدہ کے تحت ریاست کی حکمرانی کا حق گلاب سنگھ کو دے دیا۔

جموں میں اعلیٰ تعلیم کے پانچ ڈگری کالج، ایک میڈیکل کالج، ایک ٹیچرز ٹریننگ کالج اور ایک پولی ٹیکنیک کالج ہے۔ ایک یونیورسٹی بھی قائم ہے جس میں 20 مضامین کی تعلیم کا بندوبست ہے۔ جموں میں رگھوناتھ جی کا مشہور مندر بھی موجود ہے۔

چلاس:

شاہراہ ابریشم پر دریائے سندھ کے کنارے سطح سمندر سے 4000 فٹ کی بلندی پر چلاس کا تاریخی شہر واقع ہے۔ اس کا فاصلہ گلگت سے 91 میل ہے۔ اس شہر کا پرانا نام شل تاس تھا جو رفتہ رفتہ بدل کر چلاس ہوگیا۔ یہاں سے ایک سڑک بابوسر کے

راستے کاغان جاتی ہے۔ بابوسر کا درہ یہاں سے 25 میل کے فاصلے پر ہے۔ چلاس ضلع دیامیر کا صدر مقام ہے۔ یہاں سخت گرمی پڑتی ہے۔ اس لیے گرمیوں میں یہ صدر مقام استور منتقل ہو جاتا ہے۔ چند میل کے فاصلے پر ایک سڑک فیری میڈوز (Fairy Meadows) کی طرف جاتی ہے جو ایک خوبصورت تفریح گاہ ہے۔

چلاس میں چلغوزہ اور انگور بہت پیدا ہوتا ہے۔ جنگلوں میں ہرن، مارخور، مرغ زریں اور چکور بہت پائے جاتے ہیں جو شکار کے شوقین سیاحوں کے لیے کشش کا باعث ہیں۔ چلاس کی سلاجیت بہت مشہور ہے۔

کشمیر کا شمالی صوبہ لداخ

عجائبات وطلسمات کی سرزمین:

زکشور کشمیر کا شمالی صوبہ لداخ 10ویں صدی عیسوی سے تقریباً 900 سال تک ایک خودمختار مملکت رہا ہے۔ 17ویں صدی میں اسے ''سنگے نمگیال'' کے دور میں بہت عروج حاصل ہوا تھا اور اس کی حدود مغربی تبت سے کوہستانِ کیلاش اور جھیل مانسرور تک پھیل گئیں۔ صدیوں تک لداخ کے راستے وسط ایشیا کے ممالک کے خطہ پنجاب کے ساتھ گرم مصالحہ جات، پارچہ جات اور قالینوں کی تجارت ہوتی رہی ہے۔

پشمینہ پیدا کرنے والی بکریاں لداخ میں کثیر تعداد میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ان کی پشم سے کشمیر میں قیمتی پشمینہ تیار ہو کر ساری دنیا میں جاتا رہا ہے۔ یہ پشمینہ کشمیر کا سفید سونا کہلاتا ہے اور سوائے لداخ اور تبت کے کہیں پیدا نہیں ہوتا۔ برطانیہ اور روس نے ان بکریوں کو اپنے ملکوں میں منگوا کر پشمینہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوئی ان مخصوص بکریوں کو شاید ان ملکوں کی آب وہوا راس نہیں آئی۔

لداخ کا رقبہ 33740 مربع میل ہے اور 1981ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی 132,300 تھی۔ اس آبادی میں 51.82 فی صد بودھ اور 44.66 فی صد مسلمان ہیں۔ ان دونوں فرقوں کے درمیان تاریخ میں ہمیشہ ہم آہنگی موجود رہی ہے۔

حال ہی میں سری نگر کے اخبار ''کشمیر عظمیٰ'' کے لداخ سے تعلق رکھنے والے ایک کالم نگار عبدالغنی شیخ نے لداخ کے فرقہ وارانہ اتحاد کے بارے میں ایک مفصل مضمون ضبط تحریر میں لایا ہے۔ شیخ صاحب لکھتے ہیں:

''تاریخی تناظر میں جب ہم لداخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس سے فرقہ وارانہ کشیدگی کا تاثر ملتا ہو۔ لداخی راجاؤں نے ہمیشہ اپنی پوری رعایا کو ایک نظر سے دیکھا ہے۔ انہوں نے کبھی مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کیا۔ لداخ کی تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جب مسلمانوں نے حکومت کے خلاف بغاوت کی ہو۔ اسلام کی آمد سے کشیدگی نہیں پھیلی اور نہ ہی کبھی مسلمانوں میں فرقہ وارانہ تفرقہ پیدا ہوا۔ 1947ء تک یہ اتحاد مثالی تھا۔''

''لداخی مؤرخ ایس ایس گرگن کے مطابق انہوں نے اپنی آنکھوں سے پوریگ میں مسلمانوں اور بودھوں کو مسجد اور گنپے کی تعمیرات میں ایک دوسرے کی مدد کرتے دیکھا......''

لداخی راجہ گیالپو جمیا نگ نمگیال نے کئی مسلمانوں کو مختلف فرائض کی انجام دہی کیلئے لیہہ میں مدعو کیا۔ جیسے رادو خاندان کے ایک فرد کو فارسی میں خط کتابت کرنے، اسماعیل زرگر کو سکے ڈھالنے اور اسلم ٹاک کو منشی کا کام کرنے کیلئے لیہہ مدعو کیا گیا۔

''گیالپو سنگے نمگیال نے لیہہ میں مسجد تعمیر کرنے کیلئے جگہ دی۔ یہ لداخی مسجد آج بھی موجود ہے۔ تجارتی امور میں مسلمانوں کو ماہر سمجھا جاتا تھا۔ اور سیاسی معاملات میں ان کی رائے لی جاتی تھی۔''

مورکرافٹ کے منشی حاجی سید نجف علی کے مطابق لداخی حکومت نے سارے تجارتی امور مسلمانوں کو سونپ دیئے تھے۔

''لداخی تاریخ گواہ ہے کہ ڈوگرہ فوج کے حملوں کے دوران بودھوں اور مسلمانوں نے مل کر مقابلہ کیا لیکن بہتر ہتھیاروں سے لیس ڈوگرہ فوجوں کے سامنے ان کا بس نہ چلا۔''

(عبدالغنی شیخ۔ لیہہ۔ اخبار ''کشمیر عظمیٰ'' 29 نومبر 2006ء)

لداخ کا موسم:

لداخ کا موسم طلسماتی نوعیت کا ہے۔ آپ کسی چٹان کے ایک جانب دھوپ میں بیٹھیں تو گرمی سے آپ کی جلد جلنے لگے گی۔ لیکن چٹان کے دوسری جانب سائے میں چلے جائیں تو سردی لگنے لگے گی۔ یہاں ایسے مقامات بھی ہیں جہاں برف کبھی پگھلتی ہی نہیں اور ایسے مقامات بھی ہیں جہاں بارش ہی نہیں ہوتی۔

لداخ کے تین رنگ:

اگر فضا سے لداخ پر نظر ڈالی جائے تو صرف تین رنگ نظر آئیں گے۔ سفید، بھورا اور سیاہ۔ سفید رنگ برف پوش پہاڑوں کا ہوگا۔ بھورا رنگ زمین کا اور سیاہ رنگ گہری کھائیوں کا۔

بلند ترین شاہراہ:

لداخ کی ایک شاہراہ بیکن ہائی وے کے نام سے معروف ہے۔ یہ شاہراہ لیہہ سے وادی نوبرا کو جاتی ہے اور 18380 فٹ کی بلندی سے گزرتی ہے۔ اسے دنیا کی بلند ترین شاہراہ بتایا جاتا ہے۔ اس شاہراہ کے سائن بورڈ پر نام اور سطح سمندر سے بلندی کے علاوہ یہ عبارت بھی درج ہے۔ **"You can Have dialogue with God"**
(یہاں آپ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو سکتے ہیں)

مُل بیخ۔ مہاتما بدھ کی شبیہہ:

سری نگر سے 244 کلومیٹر کے فاصلے پر مُل بیخ گاؤں میں ایک چٹان پر مہاتما بدھ کی بہت بڑی شبیہہ کندہ ہے جسے ولادت مسیح کے زمانے میں کندہ کیا گیا تھا۔

لداخ کے عجائبات

گرگون:

کرگل سے 80 کلومیٹر کے فاصلے پر گرگون نامی ایک بستی ہے جہاں ایک ہی نسلی گروہ کے لوگ آباد ہیں۔ ان لوگوں کے رنگ دوسروں کی نسبت صاف (گورے) اور ان کی زبان بھی دوسروں سے الگ ہے۔ یہ لوگ آپس میں شادیاں کرتے ہیں اس لئے ان کی بستی کی انفرادیت اب تک قائم ہے۔ اس گاؤں کی حکومت ایک سات رکنی کونسل چلاتی ہے جسے گاؤں کے لوگ منتخب کرتے ہیں۔ گاؤں کی آبادی 1981ء میں 700 نفوس پر مشتمل تھی۔

Polyandry متعدد شوہر رکھنے کا رواج:

زنسکار کے دور دراز علاقوں میں سالیس کوٹ اور ٹرلیس بون میں "پولی اینڈری" یعنی ایک عورت کے کئی شوہر رکھنے کا رواج قائم ہے ماہرین عمرانیات کا خیال ہے کہ لداخ میں آبادی میں اضافہ نہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے۔

متعہ:

اسلام کے ابتدائی دور میں ایک رسم یہ بھی موجود تھی جس میں ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان ایک مخصوص مدت کیلئے ازدواجی رشتہ قائم ہوتا تھا جسے متعہ کہا جاتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ اس میں کمی آتی گئی۔ اب یہ رسم

مسلمانوں میں اہل تشیع فرقہ میں کہیں کہیں موجود ہے۔ کرگل میں متعہ کا رواج اب بھی موجود ہے۔

لیہہ:

لداخ کا صدر مقام لیہہ، دریائے سندھ کے دائیں کنارے سری نگر سے مشرق کی جانب 387 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی 11500 فٹ ہے۔ لیہہ اور لداخ کے دوسرے علاقے لاماؤں، خانقاہوں اور بدھ کلچر کی پراسرار سرزمین ہے جس کے عجائبات میں مہاتما بدھ کے خالص سونے کے مجسمے، مصوری کے اعلیٰ نمونے، قدیم رسم الخط میں لکھے ہوئے قلمی نسخے اور بدھ مت کی خانقاہیں شامل ہیں۔ یہاں کی بودھ خانقاہوں میں آلچی، چوگلم سر، مُل بیج ماشے، سپیتک اور تھک شے شامل ہیں۔ لیہہ کی مشہور مسجد 1594ء میں شہزادہ نمگیال سنگے نے بنوائی تھی یہ ترک اور ایرانی طرز تعمیر کی آمیزش کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ سنگے نمگیال کا نو منزلہ محل بھی لیہہ کی قابل دید عمارت ہے۔

کرگل:

کرگل لداخ کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ سری نگر سے لیہہ جانے والی شاہراہ پر 8790 فٹ کی بلندی پر یہ شہر سری نگر سے 204 کلومیٹر کے فاصلے پر دریائے سورو کے کنارے آباد ہے۔ لیہہ کا فاصلہ یہاں سے جنوب مشرق کی جانب 230 کلومیٹر ہے۔ دراس کا فاصلہ مغرب کی جانب کرگل سے 57 کلومیٹر ہے اور دراس سے سکردو کا فاصلہ 133 کلومیٹر ہے۔ دریائے سندھ کرگل کے شمال میں کچھ فاصلہ پر بہتا ہے۔ جنوب کی طرف سے دریائے سورو اور شمال مغرب کی طرف سے دریائے شنگو کرگل کے قریب آپس میں مل جاتے ہیں اور پھر مشرق کی طرف بہتے ہوئے دریائے سندھ میں گر جاتے ہیں۔ پولو اور تیر اندازی (Archery) لداخ کے مقبول عام کھیل ہیں۔

حال ہی میں پاکستان کے نامور کالم نگار منو بھائی نے اپنے کالم ''گریبان'' میں سیاحت کی صنعت اور معروض کے عنوان سے سیاحت پر روشنی ڈالی ہے جو کہ ہمارے موضوع کو تقویت دیتی ہے۔ اس لیے ہم اس مذکورہ کالم کا ایک حصہ آپ کے ملاحظہ کے لیے پیش کر رہے ہیں۔

''ماہرین کا کہنا ہے کہ عالمی سطح پر سیاحت کی صنعت کو تیل، دفاع اور کارسازی کی صنعتوں سے کم تر اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ سال 2010ء تک ہر دس لوگوں میں سے 9 لوگ (90% محنت کش) سیر و سیاحت اور مہمان نوازی کی صنعتوں کے ذریعے روزگار کما رہے ہوں گے۔ ایک جائزے کے مطابق غریبوں کی تعداد اور غربت میں اضافے کے باوجود ایشیائی ملکوں میں درمیانے طبقہ کی قوت خرید میں نمایاں اضافہ ہوا ہے اور وہ ''گزر اوقات'' سے اگلے مرحلے ''آسائشات'' کے صارفین میں شامل ہونے لگے ہیں۔ اس طبقے کا حجم دو گنے سے سہ گنا ہو جائے گا۔ ایشیائی درمیانے طبقہ میں اگر جاپان کی مڈل کلاس کو شامل نہ کیا جائے تو اس کے افراد کی تعداد 80 کروڑ سے ایک ارب تک پہنچ جائے گی۔ جن کی 8 کھرب ڈالر سے 10 کھرب ڈالر تک کی قوت خرید ہوگی جو کہ دنیا کی سب سے بڑی معیشت (امریکہ) کی نصف مالیت کے قریب ہے۔

اپنے علاقے جنوبی ایشیاء کی طرف دھیان دیا جائے تو اندازہ لگایا جاتا ہے کہ جاپان کے بغیر جنوبی ایشیاء کی مہمان داری اور سیر و سیاحت کے شعبوں کی کمائی سال 2010ء تک تین کھرب سات ارب ڈالر تک پہنچ جائے گی اور اگر پاکستان اس کمائی میں سے صرف ایک فیصد بھی حاصل کر سکے تو یہ کمائی کسی بھی دوسری صنعت کی کمائی سے بڑھ جائے گی۔''

(منو بھائی۔۔۔ گریبان۔ روزنامہ ''جنگ'' 24 فروری 2006ء)

ان تمام قابل ذکر مقامات تک رسائی کو ترقی دی جائے اور بین الاقوامی سطح پر

ان کی وسیع تشہیر کی جائے تو جموں کشمیر کی قومی آمدن میں سیاحت کے ذریعے خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے اور مستقبل کا کشمیر یقینی طور پر ایک آسودہ حال مملکت کی حیثیت حاصل کر سکتا ہے۔

ہم یہاں دنیا کے چند ایک ممالک کی مثال پیش کریں گے جو سیاحت کے ذریعے اپنی قومی آمدن میں خاطر خواہ اضافہ کرتے ہیں۔۔۔

کیوبا:

رقبہ 42803 مربع میل۔ آبادی 11308764۔ ٹورازم سے سالانہ آمدنی 6 ارب ڈالر۔ کیوبا بحر اوقیانوس میں جزائر غرب الہند کے مغرب میں واقع ایک جزیرہ ہے۔

بحرین:

جنوب مغربی ایشیاء میں خلیج فارس میں واقع ایک اسلامی ملک ہے جس کا کل رقبہ 257 مربع میل ہے اور آبادی 677881 ہے۔ سیاحت سے سالانہ آمدنی 74 کروڑ ڈالر ہے۔

برونائی دارالسلام:

رقبہ 228 مربع میل اور آبادی 365251 ہے۔ جنوب مشرقی ایشیاء میں جزیرہ بورنیو کے شمال میں واقع ایک چھوٹی سی مسلمان مملکت ہے جو سالانہ 30 کروڑ 70 لاکھ ڈالر سیاحت سے کماتی ہے۔

بھوٹان:

اس کا رقبہ 18147 مربع میل ہے اور آبادی 2185568 ہے۔ جنوبی ایشیاء میں کوہ ہمالیہ کے سلسلے میں واقع ایک چھوٹی سی بادشاہت ہے جو سیاحت سے سالانہ 80 لاکھ ڈالر کماتی ہے۔

پاناما:

مرکزی امریکہ میں کوسٹاریکا اور کولمبیا کے درمیان میں واقع ایک ملک ہے جس کی آبادی 30 لاکھ اور رقبہ 30193 مربع میل ہے۔ سالانہ آمدنی میں سے 80 کروڑ 50 لاکھ ڈالر سیاحت سے حاصل ہوتی ہے۔

سوئٹزرلینڈ:

رقبہ 15942 مربع میل اور آبادی 7450867 ہے۔ وسط یورپ میں واقع ہے اس کے مغرب میں فرانس، مشرق میں آسٹریا، شمال میں جرمنی اور جنوب میں اٹلی ہے۔ بینکنگ اور سیاحت اس ملک کی آمدن کے اہم ذرائع ہیں۔ ٹورازم سے سالانہ 7 ارب 60 کروڑ ڈالر کی آمدن ہوتی ہے۔ سوئٹزرلینڈ اقوام متحدہ کا ممبر نہیں ہے لیکن اقوام متحدہ کے کئی ذیلی اداروں کے دفاتر یہاں قائم ہیں۔

سری لنکا:

ہندوستان کے جنوب میں بحر ہند میں واقع ایک جزیرہ ہے جس کا رقبہ 25332 مربع میل اور آبادی 2 کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ سیاحت سے کمائی 34 کروڑ ڈالر ہے۔

ملائیشیا:

جنوب مشرقی ایشیاء میں واقع ہے جس کے شمال میں تھائی لینڈ اور جنوب میں انڈونیشیا ہے۔ 127317 مربع میل رقبہ اور آبادی 2 کروڑ 35 لاکھ کے قریب ہے۔ 6 ارب 80 کروڑ ڈالر سیاحت سے سالانہ آمدن ہے۔

فن لینڈ:

شمالی یورپ میں واقع ایک ملک جس کے شمال میں ناروے اور جنوب میں سویڈن واقع ہے۔ اس کا رقبہ 130128 مربع میل ہے۔ اس کی آبادی 52 لاکھ ہے۔

سالانہ 2 ارب ڈالر سیاحت سے آمدن ہوتی ہے۔

اینڈورا (Andorra):

یورپ میں فرانس اور سپین کی سرحدوں کے درمیان ''انڈورا'' ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس کا کل رقبہ 185 مربع میل اور آبادی صرف 62 ہزار ہے۔ 1278ء سے آزاد و خود مختار حیثیت سے اپنا وجود قائم رکھے ہوئے ہے۔ اس ریاست کی آمدن کا واحد ذریعہ سیاحت ہے۔ 99 فیصد آبادی تعلیم یافتہ ہے۔

انٹی گوا (Antigua):

جزائر غرب الہند میں 171 مربع میل رقبہ اور 64 ہزار لوگوں پر مشتمل آبادی کی ایک ریاست انٹی گوا واقع ہے۔ اسے 1493ء میں کولمبس نے دریافت کیا تھا۔ اس ریاست کی معیشت کا دارومدار سیاحت کی صنعت پر ہے۔ 1984ء میں یہاں ایک لاکھ پچاس ہزار سیاح آئے تھے۔ خواندگی کی شرح 90 فیصد ہے۔

لیچن شائن (Liechenstion):

یورپ میں سوئٹزرلینڈ کے مشرق اور آسٹریا کے مغرب میں ایک ننھی سی ریاست لیچن شائن واقع ہے۔ اس کا کل رقبہ 62 مربع میل اور آبادی 33 ہزار ہے۔ 1986ء میں یہاں 71 ہزار غیر ملکی سیاح آئے تھے۔

ماریشس (Mauritus):

بحر ہند میں مڈغاسکر سے 500 میل مشرق کی جانب ایک جزیرہ ہے جس کا رقبہ 790 مربع میل اور آبادی 12 لاکھ کے قریب ہے۔ یہاں پارلیمانی جمہوریت قائم ہے۔ قومی آمدن میں سیاحت کا بڑا اہم کردار ہے۔ سیاحت سے سالانہ آمدن 69 کروڑ 50 لاکھ ڈالر ہے۔

علاوہ ازیں جن ممالک کی قومی آمدن میں سیاحت کو بنیادی مقام حاصل ہے ان میں مالدیپ، مالٹا، میکسیکو، مناکو، ہالینڈ، سنگاپور، ٹونگا، ٹرینیڈاڈ اور تیونس شامل ہیں۔

درج بالا تفاصیل سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے وطن عزیز کو آزادی حاصل ہوا اور سیاحت کو ترقی دی جائے تو صرف اس ایک شعبے سے کتنا کمایا جا سکتا ہے۔

گزشتہ دنوں لاہور سے خبر آئی ہے کہ محکمہ سیاحت لاہور میں کارپٹ سٹریٹ اور میوزیم قائم کرے گا۔ صوبائی وزیر سیاحت میاں اسلم اقبال نے گزشتہ روز ایک اجلاس میں کہا ہے کہ ہمارے ہنرمند کاریگر کسی سے کم نہیں۔ ان کی خدمات کی صحیح معنوں میں حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔ اس لیے فیصلہ کیا گیا کہ لاہور ہوٹل کے عقب میں کارپٹ سٹریٹ اور میوزیم کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

(روزنامہ ''جنگ'' لاہور 21 جولائی 2006ء)

اس قسم کے میوزیم کشمیر کی مصنوعات پشمینہ قالین اور دیگر دستکاریوں کے لیے قائم کیے جائیں تو سیاحت اور تجارت دونوں کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

صدر آزاد کشمیر راجہ ذوالقرنین خان نے حال ہی میں منگلا ریزاٹ کی طرف سے ان کے اعزاز میں دیئے گئے افطار ڈنر میں خطاب کرتے ہوئے کہا ہے:

''بدلتے حالات میں سیاحت ایک مکمل معیشت کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ منگلا ویو ریزاٹ کی تکمیل سے علاقہ میں سیر و سیاحت میں اضافہ ہوگا۔ یہ جگہ مچھلی کے شکار کے لیے انتہائی موزوں ہے۔ انہوں نے کہ آزاد کشمیر میں سیاحت کی ترقی کے لیے ٹورسٹ آفس قائم کیے جائیں گے اور چیئر لفٹس (Chair Lifts) لگائی جائیں گی۔ اس کے علاوہ ٹورسٹ ڈیویلپمنٹ کارپوریشن قائم کی جائے گی۔

(روزنامہ ''خبریں'' 18 اکتوبر 2006ء)

دوسرا حصہ

رائے عامہ سب سے بڑی طاقت ہے

- پاکستانی اہل بصیرت کے وقیع تجزیے
- بھارتی دانشوروں کا اعترافِ حقیقت
- بین الاقوامی دانشوروں کی آراء
- کشمیری عوام کیا چاہتے ہیں
- ستارے کیا کہتے ہیں

پاکستانی اہل بصیرت کے وقیع تجزیے

ڈاکٹر مبشر حسن سابق وزیر خزانہ پاکستان:

پاکستان پیپلز پارٹی کے مرکزی رہنما اور پاکستان کے سابق وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن نے نومبر 1995ء میں مسئلہ کشمیر کے منصفانہ اور آبرومندانہ حل کیلئے درج ذیل تجاویز پیش کیں:

- داخلی طور پر کشمیر کو متحد کر کے آزادی دی جائے اس کی اپنی کرنسی ہو اور اسے اس بات کی آزادی ہو کہ اقوام متحدہ کا ممبر بن جائے۔
- پاکستان اور کشمیر کے درمیان اور اسی طرح بھارت اور کشمیر کے درمیان ویزے کی کوئی پابندی نہ ہو۔
- کشمیر کو پاکستان اور بھارت دونوں سے تجارت کی آزادی ہو اور اس پر کوئی ٹیکس وصول نہ کیا جائے۔
- کشمیر کی نئی ریاست کو کراچی، ممبئی اور کلکتہ کی بندرگاہیں استعمال کرنے کی اجازت ہو۔
- اس کے نتیجے میں پاک بھارت تنازعہ ختم ہو جائے گا اور کشمیریوں کو ان کا حق خودارادیت مل جائے گا۔

ڈاکٹر مبشر حسن نے اس خیال کی سختی سے تردید کی کہ کشمیر کی خودمختاری امریکہ کا منصوبہ ہے کیونکہ کشمیر سے مراد ایک نئی اسلامی ریاست کا قیام ہوگا جو امریکہ اور روس دونوں کیلئے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

نومبر 1995ء میں لاہور میں بھارت کے سابق گورنر پنجاب شری نرمل مکرجی (چیئر مین پیپلز فورم بھارت) اور فورم کے پاکستانی چیئر مین آئی اے رحمٰن کے ساتھ ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر مبشر حسن نے کہا:

- بھارت اور پاکستان کی حکومتیں کشمیری عوام کی خواہشات کو مسلسل نظر انداز کر رہی ہیں۔
- کنٹرول لائن کے دونوں جانب آزادانہ انتخابات کرائے جائیں جو دونوں جانب کے کشمیریوں کے نمائندوں کا انتخاب کریں۔
- یہی منتخب نمائندے جموں کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔

(ہفت روزہ ''کشمیر'' 14 تا 20 نومبر 1995ء)

قاضی حسین احمد کا موقف:

23 فروری 1997ء کو مظفر آباد کے ایک ہوٹل میں پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد نے کہا:

''بھارت اور پاکستان دونوں ممالک اپنی افواج مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر و گلگت و بلتستان سے نکال لیں اور کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیری عوام پر چھوڑ دیں۔''

(روزنامہ ''نوائے وقت'' 24 فروری 1997ء)

کراچی میں جماعت اسلامی کے تربیتی کیمپ سے خطاب کرتے ہوئے قاضی حسین احمد نے کہا:

''حکومت کو یہ اعلان کر دینا چاہیے کہ ریاست جموں و کشمیر ناقابل تقسیم وحدت ہے اور اس کا حل، اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد ہے۔ اس کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق اور اختیار کشمیری عوام کو حاصل ہے کسی اور کو ان پر اپنی مرضی کا فیصلہ یا حل مسلط کرنے کا

کوئی اختیار نہیں ہے''

(''جنگ'' لندن۔ یکم اپریل 1997ء)

پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری، بانی تحریک منہاج القرآن:

تحریک منہاج القرآن کے بانی ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے 1989ء میں رسالہ ''منہاج القرآن'' کے ایک پینل کو مسئلہ کشمیر کے بارے میں ایک تفصیلی انٹرویو دیا۔ ذیل میں ہم اس تاریخی انٹرویو کے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔

''اہل کشمیر پر پاکستان کے زیر نگین رہنے کی پابندی عائد کرنا بھی اسی طرح حق خود ارادیت کے چھین لینے کے مترادف ہے جس طرح بھارت نے زیر تسلط رہنے کی پابندی لگا کر کشمیریوں کے حق خود ارادیت کو کچلا ہوا ہے۔''

معاہدہ تقسیم ہند میں کوئی مشروط شق نہیں تھی۔ اس کی شق تو یہ تھی کہ کشمیر کے عوام اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کریں۔ خواہ الحاق کر لیں یا ایک آزاد قوم کے طور پر خود مختار قوم اور ریاست کے طور پر اقوام متحدہ کا ممبر بنیں۔ اگر اسی طرح ہوتا اور اہل کشمیر اپنا حق خود ارادیت استعمال کرتے تو صورتحال یہ نہ ہوتی جو اس وقت ہے۔

''آج نہ تو آزاد کشمیر ایک خود مختار ریاست ہے اور نہ مقبوضہ کشمیر۔ دونوں طرف آزادی نہیں ہے۔''

(''منہاج حریت'' صفحہ 29،28)

9 اپریل 2001ء کو کوٹلی میں اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے پروفیسر محمد طاہر القادری نے کہا:

''میرا جینا مرنا کشمیری عوام کے ساتھ ہے۔ کشمیریوں کا مقدمہ سفارتخانوں سے اقوام متحدہ تک میں خود لڑوں گا اور یہ مقدمہ جیتوں گا۔ کشمیر کے عوام اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے میں مکمل آزاد ہیں۔''

(روزنامہ ''نوائے وقت'' 10 اپریل 2001ء)

ائیر مارشل اصغر خان:

ائیر مارشل اصغر خان ابتداء سے ہی کشمیر کے بارے میں واضح موقف رکھتے ہیں۔ وہ جنوبی ایشیا کے اس خطے میں کشمیر کو ایک آزاد اور خود مختار مملکت کی حیثیت سے اُبھرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کا اظہار انہوں نے کئی مواقع پر کیا ہے۔

جولائی 2001ء میں اسلام آباد میں پی ٹی وی کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے نہایت واشگاف الفاظ میں کہا:

''مسئلہ کشمیر کے حل نہ ہونے کے محرکات میں پاکستانی قیادت کی غلطیاں شامل ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد کشمیر کے مہاراجہ نے پاکستان کے حکمرانوں سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا تو لیاقت علی خان نے اسے مسترد کر دیا۔''

اصغر خان نے کہا:

''بھارت اور پاکستان اپنے اپنے زیر قبضہ علاقوں سے فوجیں نکال لیں اور ایک معاہدے کے تحت کشمیر کو مکمل آزادی اور خود مختاری دے دیں۔ میں چاہتا ہوں 1947ء والے کشمیر کو مکمل طور پر آزاد کر دیا جائے جو کہ گلگت، سکردو، آزاد کشمیر، وادی کشمیر، جموں اور لداخ پر مشتمل ہو۔ باہمی رضا مندی سے کشمیر کو خود مختاری دے دی جائے تو کشمیر کو اپنی فوج رکھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میں نے صدر مملکت کو اپنے نقطۂ نظر (Point of View) سے آگاہ کر دیا ہے۔''

(روزنامہ ''نوائے وقت'' 2 جولائی 2001ء)

اس کے بعد ستمبر 2004ء میں ائیر مارشل اصغر خان نے روزنامہ جنگ کو دیئے گئے خصوصی انٹرویو میں ایک بار پھر واضح کیا:

''جنوبی ایشیا میں پائیدار امن کے قیام کیلئے جموں کشمیر کو خود مختار ملک

بنا دیا جائے۔ پاکستان اور بھارت اس کی حفاظت کی ضمانت دیں۔ انہوں نے کہا کہ دونوں ملکوں کو کشمیریوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ دونوں اس علاقے پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے چلے آرہے ہیں۔ جنوبی ایشیا میں دو ایٹمی طاقتوں کے درمیان تناؤ خطرناک بات ہے کسی جنونی کی معمولی غلطی سے کروڑوں انسانوں کی جانیں ضائع ہو سکتی ہیں۔''

''پورے جموں و کشمیر کو آزاد ملک بنا دینے سے پاک بھارت تعلقات بہتر ہو جائیں گے اور جموں کشمیر ایک خوشحال ملک بن جائے گا۔ ابھی تک بھارت اور پاکستان دونوں کشمیر کی سرزمین پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن کشمیریوں کیلئے کوئی بھی نہیں سوچ رہا۔ اس کیلئے وسیع القلبی کی ضرورت ہے۔''

انہوں نے کہا:

''1947ء کے بعد مہاراجہ کشمیر مستقبل کے بارے میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ہماری طرف سے قبائلی لشکر کشمیر فتح کرنے کیلئے چل پڑے اور اس طرح بھارت کو کشمیر میں فوجیں اُتارنے کا موقع مل گیا۔ قبائلی لشکر سری نگر کے قریب چھ دن رکے رہے۔ پھر انہوں نے لوٹ مار کا سامان لے کر واپسی کا راستہ اختیار کیا۔ 14 اگست 1947ء کے بعد ہم نے مہاراجہ کشمیر کے ساتھ کوئی رابطہ ہی قائم نہیں کیا۔''

(روزنامہ ''جنگ'' 5 ستمبر 2004

کشمیر کو اپنی انا کی بھینٹ نہ چڑھائیں (شجاعت حسین):

پاکستان مسلم لیگ کے صدر چوہدری شجاعت حسین نے کہا:

''ہمیں روایتی ضد اور ہٹ دھرمی کی بجائے کشمیر کے حقیقت پسندانہ

حل کی طرف آنا چاہیے تاکہ کشمیر کے اندر جاری قتل عام کا بازار بند ہو جائے۔ ہمیں انسانیت کے بارے میں سوچنا چاہیے اور ایسا طرز عمل اختیار نہیں کرنا چاہیے جس سے انسانیت پر حرف آتا ہو۔ جب تک ہم مسائل کو ان کے حقیقی پہلوؤں اور دور جدید کے تقاضوں کے حوالہ سے نہیں لیں گے ان کا حل ناممکن ہوگا۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم عالمی امن، خطے میں استحکام اور دو طرفہ مسائل کے حل کیلئے کشمیر کو اپنی انا کی بھینٹ نہ چڑھائیں اور اس کا قابل عمل حل تلاش کریں۔"

(روزنامہ "نوائے وقت" 17 جون 2001ء)

18 ستمبر 2005ء کو پنجاب ہاؤس میں بھارت کے تجارتی وفد کے اعزاز میں دیئے گئے ظہرانے میں صحافیوں سے بات کرتے ہوئے چوہدری شجاعت حسین صدر مسلم لیگ (ق) نے مسئلہ کشمیر پر بات کرتے ہوئے کہا:

"مسئلہ کشمیر سمیت دیگر مسائل کے حل ہونے سے پاکستان اور بھارت کے عوام ایک دوسرے کے دوست بن جائیں گے۔ دونوں ملکوں میں معاشی اور اقتصادی ترقی بڑھ جانے سے عوام کی خوشحالی میں اضافہ ہوگا اور باہمی تجارت بھی بہت بڑھ جائے گی۔"

انہوں نے پنجاب ہاؤس کے علاوہ اسلام آباد میں بھی صحافیوں سے ان ہی خیالات کا اظہار کیا۔

("جنگ میگزین" 19 ستمبر 2005ء)

کشمیر صرف کشمیریوں کا ہے (معراج محمد خاں):

کراچی۔ تحریک انصاف کے سیکرٹری جنرل معراج محمد خان نے ایک مقامی ہوٹل میں مقبول بٹ کی شہادت کی اٹھارویں برسی پر خطاب کرتے ہوئے کہا:

"کشمیر صرف اور صرف کشمیریوں کا ہے، اس کا فیصلہ اقوام متحدہ کی

قراردادوں کے مطابق ہونا چاہیے۔ کشمیریوں کو خود مختار رہنے کا حق حاصل ہے۔"

(روزنامہ "اوصاف" 14 فروری 2002ء)

کشمیر کے مالک صرف کشمیری عوام ہیں (اجمل خٹک):

راولپنڈی۔ نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ اجمل خٹک نے کہا ہے:

"کشمیر، کشمیریوں کا ہے اسے مزید عرصہ متنازعہ نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ پریس کلب میں ایک سیمینار سے خطاب کر رہے تھے انہوں نے کہا:

"کشمیر اور کشمیریوں کو الگ نہیں کیا جا سکتا کشمیر ایک گھر اور جنت ہے جس کے مالک کشمیری ہی ہیں جو کشمیری آزادی کیلئے قربانیاں دے رہے ہیں۔ وہ اپنی سرزمین پر کسی اور کا منحوس قدم برداشت نہیں کریں گے۔"

(روزنامہ "اوصاف" 14 فروری 2002ء)

کشمیری صرف آزاد رہنا پسند کریں گے۔ (پیر پگاڑا):

فروری 2000ء میں پیر صاحب پگاڑا شریف نے اخبارات کے نام جاری کردہ ایک بیان میں کہا ہے کہ

"پاکستان اور انڈیا جتنی چاہیں آپس میں لڑائیاں لڑیں۔ کشمیری ان کے ساتھ کبھی نہیں رہیں گے۔"

اس کے بعد جولائی 2000ء میں جنگ کے سنڈے میگزین میں پیر پگاڑا کا ایک طویل انٹرویو شائع ہوا۔ کشمیر کے مستقبل کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں انہوں نے واضح الفاظ میں یہ بات دوہرائی:

"کشمیری کبھی رائے شماری میں پاکستان کے حق میں رائے نہیں دیں

گے۔ میری کامن سینس (Common Sense) کے مطابق کشمیری خودمختار کشمیر کے حق میں رائے دیں گے۔"

کشمیری اپنا آزاد وطن چاہتے ہیں (سابق وزیراعظم بے نظیر):

سابق وزیراعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو نے ایک بیان میں کہا ہے کہ بھارت اور پاکستان دونوں کشمیر کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں لیکن کشمیریوں کا کہنا ہے کہ ہم دونوں میں سے کسی کے ساتھ رہنا نہیں چاہتے ہم اپنا ایک آزاد وطن چاہتے ہیں۔

"Kashmiri's dont want India or pakistan They want their Homeland."

("The Nation" 13 December 2002)

ANP کے سیکرٹری جنرل احسان وائیں:

لاہور۔ عوامی نیشنل پارٹی کے نومنتخب سیکرٹری جنرل احسان وائیں ایڈووکیٹ نے کہا:

"پاک بھارت مذاکرات کی کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ بھارت کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ اور پاکستان کشمیر کو اپنی شہ رگ قرار دینے کی ضد چھوڑ دیں اور کشمیریوں کو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا حق دے دیں۔"

انہوں نے ایوان وقت میں خطاب کرتے ہوئے یہ باتیں کہیں۔ انہوں نے کہا:

"ہم چناب فارمولے کو مسترد کرتے ہیں۔ کشمیر کا فیصلہ مذہب کی بنیاد پر نہیں ہوسکتا۔"

(روزنامہ "نوائے وقت" 29 مئی 2003ء)

کشمیر کے دونوں حصے مل کر ایک ریاست بن جائیں گے۔ (ڈاکٹر اسرار احمد):

پشاور۔ تنظیم اسلامی کے سربراہ ڈاکٹر اسرار احمد نے پشاور پریس کلب میں صحافیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"نظریہ پاکستان دفن ہو چکا ہے اسلام کے نام پر بننے والے پاکستان کے جانے کی اُلٹی گنتی شروع ہوگئی ہے پیش گوئی کی جارہی ہے کہ سن باون ہجری میں پاکستان کے آٹھ ٹکڑے ہو جائیں گے۔ بلوچستان سب سے زیادہ خوشحال ہوگا کشمیر کے دونوں حصے مل کر ایک ریاست بن جائیں گے۔"

(روزنامہ "خبریں" 6 اگست 2004ء)

سردار بلخ شیر مزاری:

(اوکاڑہ) سابق نگراں وزیراعظم سردار بلخ شیر مزاری نے کہا ہے:

"کشمیر کو پانچ سال سے پندرہ سال کیلئے اقوام متحدہ کے کنٹرول میں دے کر اس کے بعد کشمیری عوام کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔"

انہوں نے کہا:

"اگر ہماری نیت اچھی ہوتی تو ہم کشمیر کو قبرص کی طرز پر خودمختار اور آزاد ملک قرار دے چکے ہوتے۔"

(روزنامہ "جنگ" 5 جنوری 1998ء)

تین سال بعد مارچ 2001ء میں ایک اور موقع پر پریس کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے میر بلخ شیر مزاری نے کہا:

"کشمیر میں ریفرنڈم ہوا تو کشمیری بھارت اور پاکستان کے ساتھ الحاق نہیں کریں گے بلکہ اب تھرڈ آپشن پر فیصلہ ہوگا۔ کشمیر میں ہماری مذہبی تنظیمیں جس طرح ملوث ہو رہی ہیں یہ کوئی مستحسن اقدام نہیں ہے اس سے کشمیریوں کی اپنی جدوجہد کو نقصان پہنچ رہا ہے۔"

(روزنامہ "جنگ" لاہور 19 مارچ 2001ء)

روزنامہ جنگ لاہور 20 جون 2004ء کے سنڈے میگزین میں سابق نگران وزیراعظم پاکستان میر بلخ شیر مزاری کا ایک طویل انٹرویو شائع ہوا۔ میر صاحب سے سوال کیا گیا ہے:

آپ کے نزدیک مسئلہ کشمیر کا کیا حل ہے؟

میر صاحب نے جواب دیا:

"بہترین حل یہ ہے کہ اقوام متحدہ کشمیر کو اپنی تحویل میں لے لے۔ پانچ دس سال بعد اقوام متحدہ وہاں کے لوگوں سے رائے لے کہ وہ بھارت میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا پاکستان میں ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں یا الگ ملک کے طور پر رہنا چاہتے ہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ جو تیسرا آپشن ہے وہ بہت پہلے استعمال ہو جانا چاہیے تھا۔ انڈیا دعویٰ کرتا ہے کشمیر اس کا حصہ ہے پاکستان کہتا ہے کشمیر پاکستان کو ملنا چاہیے۔ کیا کسی نے کشمیریوں سے بھی پوچھا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ وہ بھی انسان ہیں ان کی بھی کچھ خواہشات ہیں ان کا بھی حق ہے کہ وہ اپنی شناخت اور اپنا الگ ملک بنائیں۔ کشمیر کا مسئلہ ایک عرصے سے اس طرح لٹکا ہوا ہے۔ میں ایمانداری سے ابھی تک محسوس کرتا ہوں کہ اگر کشمیر الگ ملک بن جاتا ہے تو یہ ان دونوں ملکوں بھارت اور پاکستان کے مفاد میں ہوگا۔"

(روزنامہ "جنگ" 20 جون 2004ء)

دونوں طرف کے کشمیریوں کو ملا کر انہیں خود مختاری دی جائے (ممتاز بھٹو):

سابق وزیراعلیٰ سندھ اور قوم پرست رہنما ممتاز بھٹو نے کہا:

"مسئلہ کشمیر کا صرف ایک ہی حل ہے کہ دونوں طرف کے کشمیریوں کو ملا کر انہیں خود مختاری دے دی جائے۔"

انہوں نے کہا کہ

"مرحوم بھٹو (سابق وزیراعظم) اور ان کی پارٹی زندہ ہوتی تو کشمیر کا تنازعہ کب کا حل ہو چکا ہوتا۔"

(ممتاز بھٹو T.V. پر انٹرویو دے رہے تھے۔)

(روزنامہ "خبریں" 30 ستمبر 2004ء)

میر خلیل الرحمان میموریل سوسائٹی کا سیمینار:

میر خلیل الرحمان سوسائٹی کے زیر اہتمام منعقدہ سیمینار میں 9 ستمبر 2004ء کو خطاب کرتے ہوئے نمائندین نے ان الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا:

- کشمیر کو غیر فوجی علاقہ بنانے کی تجویز سے کشمیریوں کو سب سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ کشمیریوں کی اکثریت پاکستان یا بھارت کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی بلکہ خود مختار رہنا چاہتی ہے۔ کشمیر کا وہی حل ہوگا جو کشمیری عوام چاہیں گے۔ (ڈاکٹر مبشر حسین)
- مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے بھارت کو اٹوٹ انگ اور پاکستان کو شہ رگ کے مؤقف سے ہٹنا پڑے گا۔ میاں منظور وٹو (سابق وزیراعلیٰ پنجاب)
- شمالی علاقہ جات کشمیر کا حصہ ہیں جن پر پاکستان کا کنٹرول ہے۔ پاکستان کو چاہیے کہ شمالی علاقہ جات کو کشمیر کا حصہ بنا کر ایک حکومت قائم کرے۔

کشمیر کی ایک جلا وطن حکومت بنائی جائے۔ کشمیریوں کو اپنا حق لینے کیلئے جدوجہد جاری رکھنی چاہیے اور آزادی پسند لوگوں کو اُن کی مدد کرنی چاہیے۔ (جنرل فیض علی چشتی)

بھارت اور پاکستان کو کشمیریوں پر اپنی رائے نہیں ٹھونسنی چاہیے (الطاف حسین):

MQM ایم کیو ایم کے رہنما الطاف حسین سے جنگ کے نمائندے نے ایک انٹرویو کے دوران سوال کیا کہ مسئلہ کشمیر کا آپکی نظر میں کیا حل ہے؟ انہوں نے جواب دیا:

"کشمیریوں کو حق خودارادیت ملنا چاہیے۔ بھارت و پاکستان کو ان پر اپنی رائے نہیں ٹھونسنی چاہیے۔ کشمیریوں کو میں یہ برادرانہ مشورہ دوں گا کہ اگر انہیں آزادی کی آپشن ملے تو انہیں پاکستان سے الگ رہنا چاہیے ورنہ انہیں پنجاب کی غلامی کرنی پڑے گی"

("جنگ سنڈے میگزین" 18 اکتوبر 2005ء)

مسئلہ کشمیر کے حل ہونے کا ٹائم فریم۔صدر مشرف:

صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف اقوام متحدہ کے اجلاس میں جانے سے پہلے یہ بات کہہ چکے ہیں کہ:

"مسئلہ کشمیر پاکستان اور بھارت کی موجودہ حکومتوں کے دور میں ہی حل ہوجائے گا۔ یہی اس مسئلہ کے حل کا ٹائم فریم ہے"

("جنگ میگزین" 18 ستمبر 2005ء)

صدر مشرف کا پیکج:

صدر پرویز مشرف نے ایک بھارتی صحافی کو اسلام آباد میں تفصیلی انٹرویو دیا

جس میں انہوں نے مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کیلئے تین اجزاء پر مشتمل ایک پیکج پیش کیا۔

- کشمیر کے دونوں حصوں سے ہندوستان اور پاکستان کی فوجیں ہٹالی جائیں۔
- مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر دونوں کو سیلف گورننس دے دی جائے۔ جس کے تحت کشمیری اپنے معاملات خود طے کرنے میں آزاد ہوں۔
- نئے نظام کے تحت ایک ایسا ادارہ وجود میں لایا جائے جس میں ہندوستان، پاکستان اور کشمیر تینوں موجود ہوں۔ یہ ادارہ پوری ریاست جموں کشمیر کے معاملات کو باہمی مشاورت سے انجام دے۔

اس پیکج کو کشمیری حلقوں میں عام طور پر پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ اس کے ذریعے مسئلہ کشمیر کے حتمی قابلِ عمل حل تک پہنچنے میں بہت مدد مل سکتی ہے اور بھارت و پاکستان کے درمیان ہمیشہ کیلئے ایک پرامن فضا قائم ہوسکتی ہے۔

مسئلہ کشمیر کا حل توقع سے پہلے نکل سکتا ہے۔(صدر مشرف):

صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے سپین کی پارلیمینٹ کی خارجہ کمیٹی سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے:

"کشمیر کے مسئلہ پر پیش رفت ہورہی ہے۔ اس مسئلہ کا حل توقع سے پہلے نکل سکتا ہے۔"

(روزنامہ "آواز" 26 اپریل 2007ء)

مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے بھارت اور پاکستان کو اپنے اپنے مؤقف سے پیچھے ہٹنا پڑے گا (صدر مشرف):

بوسنیا کے دورہ کے دوران پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف نے ایک عرب ٹیلی وژن کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے:

"مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لیے بھارت اور پاکستان دونوں ملکوں کو

اپنے مؤقف سے پیچھے ہٹنا پڑے گا۔ اگر بھارت نے ایسا قدم اٹھایا
تو پاکستان بھی اپنے مؤقف سے پیچھے ہٹ جائے گا۔"

(روزنامہ "آواز" 28 اپریل 2007ء)

بھارت کشمیر سے اپنی فوجیں نکال لے، پاکستان بھی فوجیں نکال لے گا! (حامد ناصر چٹھہ):

چیئرمین کشمیر کمیٹی حامد ناصر چٹھہ نے وزیراعظم آزاد کشمیر سردار عتیق احمد خان کی طرف سے عشائیہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے:

"بھارت مقبوضہ کشمیر سے اپنی فوجیں واپس بلا لے، پاکستان بھی آزاد کشمیر اور گلگت، بلتستان سے اپنی فوجیں بلا لے گا۔"

کشمیر ضرور آزاد ہوگا (وزیر خارجہ قصوری):

پاکستان کے وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری نے اسلام آباد میں مسئلہ کشمیر پر ہو رہی پیش رفت پر بریفنگ دیتے ہوئے اپنے خطاب میں کہا ہے کہ:

"کشمیر کو سائیڈ لائن کرتے ہوئے بھارت کے ساتھ خوشگوار تعلقات کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

ان کے ساتھ بریفنگ میں سیکرٹری خارجہ ریاض محمد خان، صدر آزاد کشمیر راجہ ذوالقرنین خان، وزیراعظم آزاد کشمیر عتیق احمد خان، حریت کانفرنس کے سید یوسف نسیم اور امان اللہ خان سمیت 60 رہنما شامل تھے۔ خورشید محمود قصوری نے کہا:

"کشمیریوں کی قربانیاں ضرور رنگ لائیں گی اور کشمیر ضرور آزاد ہوگا۔"

(ہفت روزہ "کشمیر عظمیٰ" سری نگر، 22 نومبر 2007ء)

کشمیر سمیت تمام تنازعات حل کرنے کا وقت آ گیا ہے.... (وزیراعظم شوکت عزیز):

وزیراعظم پاکستان شوکت عزیز نے سارک کانفرنس میں شرکت کیلئے روانہ ہونے سے پہلے ذرائع ابلاغ کے نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا ہے کہ سارک ایک اہم ادارہ ہے اور یہ کافی عرصہ سے کام کر رہا ہے۔ پاکستان کی خواہش ہے کہ اس کو ایک موثر اور نتائج کا حامل ادارہ بنایا جائے۔ پاکستان سارک ممالک کے درمیان تنازعات کو پرامن طریقے سے حل کرنے کا حامی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ مسئلہ کشمیر سمیت تمام مسائل کے حل کیلئے اور ایک ارب چالیس کروڑ عوام کی خوشحالی و ترقی اور امن کیلئے موثر اقدامات کئے جائیں۔ پاکستان، بھارت اور سارک کے تمام رکن ممالک کے ساتھ امن اور اقتصادی ترقی و خوشحالی کا خواہش مند ہے۔ پاکستان من موہن سنگھ جی کے ساتھ مسئلہ کشمیر کو پرامن حل کے ذریعہ عوام کی خواہشات کے مطابق حل کر کے جنوبی ایشیا میں علاقائی امن اور استحکام اور خوشحالی کا دور شروع کرنے کا خواہش مند ہے۔ علاقائی توازن سے اس خطے کے عوام کی تقدیر بدل سکتی ہے اور خوشحالی کا دور شروع ہو سکتا ہے۔

(روزنامہ "آواز" 3 اپریل 2007ء)

پاکستان اور بھارت دونوں ممالک کشمیر سے اپنی اپنی فوجیں واپس بلا لیں۔ (محترمہ حمیدہ کھوڑو وزیر تعلیم سندھ):

معروف دانشور خاتون اور سندھ کی وزیر تعلیم محترمہ حمیدہ کھوڑو کا ایک تفصیلی انٹرویو، روزنامہ جنگ کے سنڈے میگزین میں 15 اپریل 2007ء کو شائع ہوا۔ جنگ کے نمائندے نے محترمہ حمیدہ کھوڑو سے کشمیر کے بارے میں بھی ایک سوال کیا

"کشمیر کا مسئلہ کیسے حل ہو سکتا ہے؟"

محترمہ نے جواب دیا:

"دونوں ممالک (بھارت اور پاکستان) اسے (کشمیر کو) چھوڑ دیں تو اس مسئلے کا حل نکل سکتا ہے۔"

انہوں نے کہا:

"مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے موجودہ دور میں پہلی مرتبہ کھل کر بات ہو رہی ہے۔ اب ہماری پالیسی کی غلطیوں اور بھارت کا رویہ بھی زیر بحث آ رہا ہے۔ کشمیریوں کا نقطۂ نظر بھی سامنے لایا جا رہا ہے۔ ان حالات میں مسئلہ کشمیر کا حل بھی ضرور سامنے آئے گا اور یہ ہماری ضرورت بھی ہے۔"

("جنگ سنڈے میگزین" 15 اپریل 2007ء)

قائداعظم محمد علی جناح کی رائے:

آخر میں ہم بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی کشمیر کے مستقبل کے بارے میں رائے درج کرتے ہیں تاکہ قارئین درست رہنمائی حاصل کر سکیں۔

قائداعظم محمد علی جناح کشمیر کے مستقبل کے بارے میں واضح نقطہ نظر رکھتے تھے انہوں نے 18 جون 1947ء کو ایک بیان میں واضح کہا تھا کہ:

"ریاستیں اپنی مرضی کے مطابق خود مختار رہ سکتی ہیں۔ حکومت برطانیہ، برطانوی پارلیمینٹ کوئی اور طاقت یا کوئی اور ادارہ ریاستوں کی خواہشات اور مرضی کے منافی ان پر کوئی فیصلہ عائد نہیں کر سکتا۔ نہ ہی کسی دوسری طاقت کو ایسا کرنے کا حق یا اختیار حاصل ہے"

"جولائی 1947ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے صدر مسلم کانفرنس چوہدری حمید اللہ خان اور سیکرٹری جنرل پروفیسر محمد اسحاق قریشی کو

کراچی طلب کر کے انہیں بتایا کہ ایک مشترکہ دوست کے ذریعہ مہاراجہ کشمیر سے بات طے ہو گئی ہے کہ وہ کشمیر کو ایک آزاد، خود مختار مملکت بنانے کا اعلان کریں گے مسلم کانفرنس اس بارے میں مہاراجہ سے تعاون کریں۔"

(ماہنامہ "حیرالڈ" مارچ 1994ء)

خلاصہ:

ہم نے دیکھا ہے کہ پاکستان کے اہل الرائے عمائدین میں کشمیری عوام کی آزادی اور خود مختاری کا وسیع حلقہ موجود ہے ائیر مارشل اصغر خان واشگاف الفاظ میں کہہ چکے ہیں کہ مسئلہ کشمیر کا واحد حل علیحدہ اور خود مختار سٹیٹ کا قیام ہے۔ سابق وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن کا خیال ہے کہ بھارت اور پاکستان کی حکومتیں کشمیری عوام کی خواہشات کو مسلسل نظر انداز کر رہی ہیں۔ جماعت اسلامی کے سربراہ قاضی حسین احمد کی رائے ہے کہ

"حکومت کو یہ اعلان کر دینا چاہیے کہ ریاست جموں کشمیر ایک ناقابلِ تقسیم وحدت ہے اور اس کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق اور اختیار صرف اور صرف کشمیری عوام کو حاصل ہے' صدر مسلم لیگ (ق) چوہدری شجاعت حسین کا خیال ہے کہ "مسئلہ کشمیر کے حل ہو جانے سے بھارت اور پاکستان کے عوام ایک دوسرے کے دوست بن جائیں گے" معاشی اور اقتصادی ترقی میں اضافہ ہو گا اور عوام کی خوشحالی بہت بڑھ جائے گی۔"

تحریک انصاف کے رہنما معراج محمد خان کا مؤقف ہے کہ

"کشمیر صرف کشمیریوں کا ہے اور انہیں خود مختار رہنے کا حق حاصل ہے۔"

نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ اجمل خٹک کہتے ہیں کہ
''کشمیر صرف کشمیریوں کا ہے اور وہ اپنی سرزمین پر کسی اور کے منحوس قدم برداشت نہیں کریں گے۔''

سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے اپنا نکتہ نظر بیان کیا ہے کہ
''کشمیری عوام بھارت یا پاکستان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے اور اپنی ایک آزاد ریاست چاہتے ہیں۔''

سابق نگران وزیر اعظم میر بلخ مزاری نے کہا
''اگر ہماری حکومت بہت اچھی ہوتی تو ہم کشمیر کو قبرص کی طرح آزاد اور خود مختار قرار دے چکے ہوتے اور کشمیر ایک آزاد ملک بن جائے تو یہ پاکستان اور بھارت دونوں کے مفاد میں ہوگا۔''

بھارتی دانشوروں کا اعترافِ حقیقت

50 سال گزرنے کے باوجود حقائق سے انحراف۔ سلمان خورشید:

نئی دہلی کنور بھیم سنگھ صدر پینتھرز پارٹی کی کتاب ''کشمیر میں شعلے'' کی تقریب رونمائی سے خطاب کرتے ہوئے سابقہ وزیر خارجہ سلمان خورشید نے کہا:

''50 سال گزرنے کے باوجود بھارت کشمیر کے مسئلے کو حل نہیں کر سکا۔ ہم نہ صرف اس مسئلہ کو حل کرنے کے قابل نہیں ہو سکے بلکہ مسئلہ کے حل سے دور بھاگتے رہے۔ بھارت کو اس مسئلہ کی حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے اور اسے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(روزنامہ ''اوصاف'' 2 جنوری 1998ء)

کشمیر سمیت مذاکرات کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ واجپائی:

(نئی دہلی) بھارتی وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی نے پیر کے روز وزیر اعظم پاکستان سے کشمیر سمیت تمام امور پر مذاکرات شروع کرنے کی اپیل کی ہے پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

''بھارت اور پاکستان تین جنگیں لڑ چکے ہیں اب وقت آ گیا ہے کہ ماضی کو دفن کر کے تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔ مسئلہ کشمیر حل کرنا میری خواہش ہے''

(روزنامہ ''نوائے وقت'' 9 جون 1998ء)

آئرلینڈ کی طرز کا حل:

نئی دہلی (این۔این۔آئی) بی جے پی کی مخلوط حکومت نے کشمیر کے بارے میں بین الاقوامی دباؤ کم کرنے کیلئے آئرلینڈ کی طرز پر ریاست قائم کرنے کی تجویز اخبارات کے ذریعے پیش کی ہے جس کے مطابق:

- ریاست کا انتظام متناسب نمائندگی کی بنیاد پر قائم ہونے والی اسمبلی کرے گی جس میں جموں، کشمیر، لداخ، گلگت، بلتستان اور آزاد کشمیر کے نمائندے ہونگے۔
- حفاظتی انتظامات پاک بھارت مشترکہ سیکیورٹی فورسز کریں گی یا بین الاقوامی فورسز کریں گی۔
- ایک پاک بھارت ورکنگ گروپ تشکیل دیا جائے گا جو کشمیر اسمبلی پر نظر رکھے گا۔
- کشمیر سے دونوں ممالک اپنی فوجیں نکال لیں گے اور مشترکہ فوجی نظام قائم کیا جائے گا۔
- دونوں ممالک اس آزاد خطے میں انسانی حقوق کے تحفظ، سیاسی سوچ، مذہب اور اظہار رائے کی ضمانت دیں گے۔

(روزنامہ "اوصاف" 14 اپریل 1998ء)

یہ تجاویز بھارت کے تمام بڑے اخبارات ٹائمز آف انڈیا، ہندوستان ٹائمز اور انڈین ایکسپریس نے شائع کی ہیں۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی تائید:

پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن بے نظیر بھٹو نے ایک عوامی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے اس تجویز کی حمایت میں کہا:

"مسئلہ کشمیر کو شمالی آئرلینڈ کے طرز کے سمجھوتے کی روشنی میں حل کیا جا سکتا ہے۔"

(روزنامہ "اوصاف" 23 اپریل 1998ء)

کل جماعتی حریت کانفرنس کی حمایت:

سرینگر میں حریت کانفرنس کے سابق چیئرپرسن میر واعظ عمر فاروق نے کہا:

"حریت کانفرنس مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے تمام آپشن کھلے رکھتی ہے اور شمالی آئرلینڈ کی طرز کا حل قبول کرنے پر تیار ہے۔"

میر واعظ عمر فاروق امریکہ اور سعودی عرب کے دورہ سے واپسی پر پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے انہوں نے کہا:

"ہم نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ کشمیر کے بارے میں خصوصی نمائندوں کا تقرر عمل میں لائے جس کیلئے ہم نے برطانیہ کی سابق وزیراعظم مارگریٹ تھیچر امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر اور جنوبی افریقہ کے صدر نیلسن منڈیلا کے نام تجویز کئے ہیں۔"

(روزنامہ "اوصاف" 27 اکتوبر 1998ء)

کشمیری ہندوستانی ہیں نہ پاکستانی ..... وہ صرف کشمیری ہیں، خشونت سنگھ:

بھارتی صحافی اور دانشور خشونت سنگھ نے کہا ہے:

"کشمیر کو ایک جاگیر (Real Estate) سمجھ کر تقسیم کر دیا گیا ہے۔"

کراچی میں روٹری انٹرنیشنل کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"ہم چوتھی جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں مگر پانچویں جنگ نہیں ہوگی

کیونکہ چوتھی جنگ میں کوئی باقی نہیں بچے گا۔ کشمیری ہندوستانی ہیں نہ پاکستانی وہ صرف کشمیری ہیں کشمیر کو ایک ایسی خود مختار سٹیٹ (State) بنا دیا جائے جس کے دفاع کی ضمانت بھارت اور پاکستان دونوں کی ذمہ داری ہو۔"

(روزنامہ "نوائے وقت" 31 مارچ 2000ء)

بھارت آئین میں تبدیلی کر کے کشمیر کو خود مختاری دے دے۔ (انڈین ایکسپریس):

نئی دہلی۔ بھارتی اخبار انڈین ایکسپریس نے اپنی ایک رپورٹ میں لکھا:

"گذشتہ برسوں میں ہزاروں لوگ مارے جا چکے ہیں اور نہتے لوگوں کی ہلاکتوں کا سلسلہ جاری ہے۔ کشمیر کے عوام کے دلوں میں بھارت کے خلاف سخت نفرت ہے۔ بھارت کو مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے کشمیر کی سیاسی خود مختاری کا اعلان کر دینا چاہیے۔ یہ اقدام آئین میں ترمیم کر کے مذاکرات کے ذریعے ممکن ہے۔ صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ بھی یہ قدم اُٹھایا جا سکتا ہے"

(روزنامہ "اوصاف" 7 جنوری 2000ء)

جے پرکاش نارائن اور کشمیر:

بھارتی رہنما جے پرکاش نارائن کشمیر کے بارے میں نہایت واضح نقطہ نظر رکھتے ہیں انہوں نے ان مفروضات کا جواب دیتے ہوئے کہ:

"کشمیر کی آزادی کا فیصلہ انڈیا میں ٹوٹ پھوٹ کا آغاز ثابت ہوگا۔"

نہایت واشگاف الفاظ میں کہا ہے:

"مسئلہ کشمیر کے بارے میں اختلاف رائے کے سلسلے میں اس سے زیادہ

احمقانہ بات کم ہی کہی گئی ہے۔ اس "دلیل" سے یہ تاثر ملتا ہے کہ انڈیا کے صوبوں کو متحدہ قومیت کے جذبات سے نہیں بلکہ جبر کے ساتھ متحد رکھا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا تاثر ہے جس نے بھارتی قوم کا تمسخر اڑایا گیا ہے اور اسے ایک جابر اور جارح قوم ثابت کیا گیا ہے۔"

کشمیر امریکن کونسل (حق خود ارادیت صفحہ 4 اور 5)

دیوار برلن گر سکتی ہے تو پاک بھارت معاملات کیوں درست نہیں ہو سکتے۔ (من موہن سنگھ):

بھارت کے نئے وزیر اعظم من موہن سنگھ نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے:

"دیوار برلن گر سکتی ہے تو پاک بھارت معاملات کیوں درست نہیں ہو سکتے۔"

(روزنامہ "خبریں" 21 مئی 2004ء)

بھارت کے بدلتے رویے اور سوچ میں تبدیلی:

گزشتہ سال بھارت میں ہونے والی تین روزہ پنجابی کانفرنس کا حال لکھتے ہوئے مشہور قلم کار بشریٰ اعجاز لکھتی ہیں:

"مسئلہ کشمیر پر جو صورت حال اس بار بھارت میں نظر آئی وہ پہلے کی نسبت خاصی مختلف تھی۔ آج سے تین چار سال پہلے جس (Issue) ایشو کا ذکر بھی ممنوع سمجھا جاتا تھا اب اس پر بات چیت کا ماحول نظر آتا ہے۔ ایک پڑھے لکھے طبقے کی رائے یہ ہے کہ کشمیر نہ ہمارا ہے نہ تمہارا اسے کشمیریوں کو دے کر یہ جھگڑا ختم کر دینا چاہیے دونوں ملکوں کو اپنے عوام کی خوشی اور بہتری کی فکر کرنی چاہیے ہم اب

مزید جنگوں کے متحمل نہیں ہو سکتے ہمیں اپنی نئی نسل کو ایٹمی دوڑ سے ہر حال میں بچانا چاہیے۔"

(بشریٰ اعجاز۔روزنامہ "خبریں" 5 جولائی 2004ء)

اکھنڈ بھارت کا نظریہ اب باقی نہیں رہا۔ایل کے ایڈوانی:

کراچی۔ بھارت کی پارلیمنٹ کے حزب اختلاف کے قائد اور بی جے پی کے صدر لال کرشن ایڈوانی نے کہا ہے:

"اکھنڈ بھارت کا نظریہ اب باقی نہیں رہا بھارت اور پاکستان دو آزاد ممالک ہیں یہ ایک نہیں ہو سکتے۔"

(روزنامہ "جنگ" 7 جون 2005ء)

کشمیری عوام کی مشکلات اور مصائب کا خاتمہ قریب ہے.... (من موہن سنگھ):

بھارتی وزیراعظم من موہن سنگھ نے حریت کانفرنس کے وفد سے ملاقات سے پہلے ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے۔

"کشمیری عوام کو یہ خوش خبری سنائی جاتی ہے کہ کشمیری عوام کے مصائب اور مشکلات کے خاتمے کا وقت اب قریب آ گیا ہے۔"

("جنگ میگزین" 19 ستمبر 2005ء)

مسئلہ کشمیر کیلئے درمیانی راہ نکالی جائے۔من موہن سنگھ:

بھارتی وزیراعظم ڈاکٹر من موہن سنگھ نے کیوبا کے دارالحکومت ھوانا سے نئی دہلی واپس آتے ہوئے اپنے خصوصی طیارہ میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ

"سرحدوں میں تبدیلی ممکن نہیں جبکہ پاکستان کا موقف یہ ہے کہ سیز

فائر لائن کو مستقل سرحد کے طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ان دونوں متضاد موقفوں کے پیش نظر کوئی درمیانی راہ نکالی جائے۔"

(روزنامہ "نوائے وقت" 19 ستمبر 2006ء)

مسئلہ کشمیر امن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اس کا حل ضروری ہے۔(کلدیپ نیئر):

معروف بھارتی دانشور اور صحافی کلدیپ نیئر نے کہا ہے کہ:

"مسئلہ کشمیر برصغیر میں امن کی راہ میں سب بڑی رکاوٹ ہے اس کا حل نہایت ضروری ہے۔ پاکستان اور بھارت کو اپنے اپنے موقف میں لچک پیدا کرنا ہوگی۔"

روزنامہ پاکستان کے نمائندہ سے ان کے دورۂ امرتسر کے دوران خصوصی ملاقات میں کلدیپ نیئر نے کہا کہ

"مسئلہ کشمیر پر ان کے پاس ایک قابل قبول حل موجود ہے۔ دونوں اطراف کے کشمیر کو مکمل آزادی دے دی جائے اور پاک بھارت دونوں حکومتیں دفاع اور امور خارجہ کے اختیارات اپنے پاس رکھیں۔ باقی تمام اختیارات کشمیری عوام کو دے دیئے جائیں۔ ویزا کی پابندی کو ختم کر دیا جائے۔ دونوں اطراف کے کشمیریوں کو باہمی رابطوں کی آزادانہ اجازت دی جائے۔

متحدہ کشمیر کے لوگ چاہیں تو اپنا ایک قومی پرچم بنا لیں اور اگر چاہیں تو اپنی ایک ایئر لائن قائم کریں۔ جب دونوں جانب اعتماد بحال ہو جائے تو دونوں ممالک اپنی فوجیں کشمیر سے نکال لیں۔ مذاہب کا احترام ہونا چاہیے اور مذہب کے نام پر خون خرابہ نہیں ہونا چاہیے۔"

(روزنامہ "پاکستان" 12 اکتوبر 2006ء)

کشمیر سے فوجی انخلاء پر وزیر اعظم ہند کے مشورے:

نئی دہلی بھارتی وزیر اعظم من موہن سنگھ نے گزشتہ روز یہاں خارجہ، داخلہ اور دفاع کے وزراء اور کانگریس کے سرکردہ رہنماؤں کے ساتھ کشمیر سے فوجی انخلاء کے حوالہ سے مشورے کئے جن میں جموں کشمیر کے شہری علاقوں سے فوجی انخلاء کے بارے میں مختلف پہلوؤں پر غور کیا گیا اجلاس میں مسز سونیا گاندھی نے بھی شرکت کی۔ اجلاس اڑھائی گھنٹے جاری رہا۔ اجلاس میں پرتاب مکھر جی، اے کے انتھونی، سورج پاٹل، مسز گاندھی کے سیکرٹری احمد پاٹیل اور دیگر افراد نے بھی شرکت کی۔

(روزنامہ "جنگ" 30 مارچ 2007ء)

وزیر اعظم ہند من موہن سنگھ نے سارک کانفرنس کے افتتاحی خطاب میں سارک کے رکن ممالک کے طلباء، اساتذہ، ریسرچ سکالرز، مریضوں اور صحافیوں کیلئے آزادانہ ویزہ پالیسی کا اعلان کیا۔ انہوں نے کہا کہ جن تنازعات نے ہمیں تقسیم کررکھا ہے ان کے حل کرنے کیلئے کوششیں ہورہی ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ جنوبی ایشیاء کے ممالک ترقیاتی پروگراموں کے اعلانات کے بجائے ان پر عمل کریں

(روزنامہ "آواز" 4 اپریل 2007ء)

وزیر اعظم من موہن سنگھ کی صدارت میں منعقدہ اجلاس میں کشمیر سے فوجیں نکالنے کی تجویز پر غور:

نئی دہلی۔ وزیر اعظم بھارت من موہن سنگھ جی کی صدارت میں ایک اعلیٰ سطحی اجلاس منعقد ہوا جس میں کشمیر سے فوجوں کی واپسی کی تجویز پر غور کیا گیا۔ اجلاس میں وزیر دفاع اے کے انتونی، آرمی چیف جے جے سنگھ، قومی سلامتی کے مشیر ایم کے نارائن اور دیگر اعلیٰ حکام نے شرکت کی۔ اجلاس میں اس بات پر غور کیا گیا کہ موسم سرما میں کشمیر سے فوجیں نکالنا مفید ثابت ہوگا یا نہیں۔ اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی قائم

کرنے پر بھی غور ہوا جو تمام مثبت اور منفی پہلوؤں کا جائزہ لے کر حکومت کو اپنی سفارشات پیش کرے گی۔

(روزنامہ "نوائے وقت" 11 اپریل 2007ء)

خلاصہ:

پچھلے صفحات میں ہم نے بھارت کے اہل الرائے دانشوروں کے ارشادات کا جائزہ لیا ہے سابق وزیر خارجہ سلمان خورشید نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا ہے کہ بھارت مسئلہ کشمیر کے حل سے دور بھاگتا رہا ہے۔ اٹل بہاری باجپائی نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ کشمیر کا مسئلہ حل ہو جانا چاہیے۔ نامور دانشور خوشونت سنگھ نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ کشمیری نہ ہندوستانی ہیں نہ پاکستانی وہ صرف کشمیری ہیں اس لئے کشمیر کو ایک خودمختار سٹیٹ بنایا جانا چاہیے۔ مشہور اخبار انڈین ایکسپریس نے بھی حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے کشمیر کی سیاسی خودمختاری کا اعلان کیا جانا چاہیے۔ اور بھارت کے وزیر اعظم جناب من موہن سنگھ نے کشمیری عوام کو یہ خوش خبری سنائی ہے کہ ان کے مسائل اور مشکلات کے خاتمہ کا وقت قریب آگیا ہے۔

بین الاقوامی دانشوروں کی آراء

لاس اینجلز ٹائم کی رپورٹ:

امریکہ کے ایک مشہور اخبار لاس اینجلز ٹائم کے نمائندے نے کشمیر کا ایک خاموش دورہ کیا اور عوام سے ان کی رائے دریافت کی۔ اس نے اپنی رپورٹ میں لکھا:

> ''میں نے اپنے قیام کے دوران صحافیوں، وکلاء، سیاسی کارکنوں، انجینئروں، ہوٹل والوں، ٹیکسی ڈرائیوروں اور دیگر ہر شعبۂ زندگی کے لوگوں سے ملاقاتیں کیں۔ ان سب نے بھارت کے بارے میں سخت ناپسندیدگی کا مظاہرہ کیا اور اس بات کا اظہار کیا کہ ہم آزادی چاہتے ہیں اور آزاد و خودمختار ہونے کے بعد پاکستان اور بھارت دونوں سے دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتے ہیں۔''
>
> ''کشمیریوں کی آزادی کا عزم وہاں کی سربفلک چوٹیوں کی طرح بلند ہے۔''

(روزنامہ ''جنگ'' 4 مئی 1990ء)

ٹریک ٹو ڈپلومیسی Track two Diplomacy:

امریکی پالیسی ساز ادارہ U.S انسٹی ٹیوٹ آف پیس نے مسئلہ کشمیر کو مشرق وسطی کے مذاکرات کی طرز پر حل کرنے کے لئے ایک چار نکاتی فارمولا تشکیل دیا ہے جسے ٹریک ٹو ڈپلومیسی پلان کا نام دیا گیا ہے۔ ادارہ کے پروگرام آفیسر ڈاکٹر ٹیموتھی

سسک نے یہ منصوبہ گزشتہ سال برسلز میں پیش کیا تھا۔ اب اسے بھارت اور پاکستان کے سیاسی رہنماؤں کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

1 پہلے مرحلہ میں بھارت کے زیر قبضہ اور پاکستان کے زیر قبضہ کشمیر کے چیدہ چیدہ رہنماؤں میں ڈائیلاگ شروع کر دیا جائے گا۔ یہ رہنما متحدہ کشمیر کی نمائندوں کی ایک غیر مذاکراتی ٹیم تشکیل دیں گے۔

2 دوسرے مرحلہ میں متحدہ کشمیر کے نمائندوں اور بھارت میں مذاکرات ہوں گے جن کا ایجنڈا انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا خاتمہ، سیاسی قیدیوں کی رہائی اور کشمیر میں امن کا قیام ہوگا۔

3 تیسرے مرحلہ میں پاکستان اور متحدہ کشمیر کے نمائندوں میں مذاکرات ہوں گے۔

4 چوتھے مرحلہ میں پاکستان اور بھارت کے درمیان مذاکرات ہوں گے جن میں جنگ نہ کرنے کا معاہدہ شامل ہوگا۔

اس طرح ٹریک ٹو ڈپلومیسی کے تحت پاکستان بھارت اور کشمیری نمائندوں کے درمیان ورکنگ ریلیشن شپ (Working Relationship) قائم کرنے کے بعد مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے مذاکرات شروع کروائے جائیں گے۔ یہ مذاکرات قاہرہ، برسلز، ویانا، لندن، واشنگٹن اور جینوا کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی جاری رہیں گے۔ اس بات پر اتفاق رائے قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ بھارت اور پاکستان دونوں اپنی فوجیں کشمیر سے نکالیں۔ سیاچین کو غیر فوجی علاقہ قرار دیا جائے۔ متحدہ کشمیر میں ایک عبوری حکومت اور استصواب رائے اس پروگرام میں شامل ہوگا۔

(روزنامہ "جنگ" 17 جولائی 1994ء)

یورپی سفیروں کی سفارشات:

اسلام آباد میں متعین یورپی ممالک کے سفیروں کا اجلاس منعقد ہوا جس میں

کشمیر کی تازہ صورت حال پر غور کیا گیا۔ اجلاس میں اتفاق رائے سے اس بات کا اظہار کیا گیا کہ کشمیر میں استصواب رائے کی صورت میں کشمیریوں کو پاکستان یا بھارت سے الحاق کے ساتھ خودمختاری کے حق میں رائے ظاہر کرنے کا اختیار بھی دیا جائے۔ عالمی رائے عامہ زیادہ مؤثر انداز میں مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے۔ اس غرض کیلئے اقوام متحدہ کی قراردادوں میں ترمیم عمل میں لائی جائے۔

(روزنامہ "جنگ" 18 اکتوبر 1994ء)

کشمیری کسی سے الحاق نہیں چاہتے۔ ولیم بیکر:

واشنگٹن۔ نامور ادیب اور دانشور پروفیسر ولیم بیکر نے یہاں ایک اجتماع میں اپنے حالیہ دورۂ کشمیر کی تفصیل بیان کی۔ ولیم بیکر قدیم تاریخ اور ادب کے پروفیسر ہیں۔ وائس آف امریکہ کے ایک نمائندہ سے بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"عوام پر ہونے والے ظلم و تشدد کی لسٹ بہت طویل ہے۔"

انہوں نے کہا:

"کشمیر میں مجھے ایک بھی ایسا شخص نہیں ملا جو کسی کے ساتھ الحاق چاہتا ہو وہ صرف آزادی چاہتے ہیں۔"

پروفیسر ولیم بیکر کشمیر پر ایک کتاب "وادئ مسرت، وادئ موت" لکھ چکے ہیں۔

(روزنامہ "نوائے وقت" 16 مئی 1994ء)

عظیم ہمسایہ ملک ازبکستان۔ کشمیر کی حمایت میں:

12 فروری 1998ء کو جمہوریہ ازبکستان کی وزارت خارجہ کے مشیر پروفیسر گوگا خدایا کوف آزاد کشمیر کے دورے پر آئے مظفر آباد کے سٹیٹ گیسٹ ہاؤس (State Guest House) میں انہوں نے ایک اخباری کانفرنس سے خطاب کیا جس کے چیدہ چیدہ نکات حسب ذیل ہیں:

1 ازبکستان اور کشمیریوں کے آپس میں خون کے رشتے ہیں جنہیں مزید استوار کرنے کی ضرورت ہے۔

2 ازبکستان میں لوگ 100 فی صد تعلیم یافتہ ہیں ہمیں خوشی ہوگی اگر ہم یہاں کے لوگوں کی مدد کرسکیں۔

3 کشمیریوں پر کوئی حل (Solution) زبردستی نہیں ٹھونسا جانا چاہیے۔ کشمیر کو ایک یونٹ (Unit) کی حیثیت سے قائم رہنا چاہیے اسکی تقسیم نہیں ہو چاہیے۔

4 اس وقت ازبکستان میں 60 ملین کیوبک میٹر گیس پیدا ہورہی ہے اور لوگوں کو مفت فراہم کی جارہی ہے۔

5 ہمارے ملک میں لوگوں سے گیس اور پانی کی قیمت طلب کی جائے تو وہ ہنسنے لگتے ہیں۔

6 ہم نے وسطی ایشیا کی ایک اور ریاست کرغیزیا تک گیس پہنچائی ہے۔

7 اگر آزاد کشمیر کے لوگ دلچسپی رکھتے ہوں تو ہم خنجراب کے راستے گیس سپلائی کر سکتے ہیں۔

(نوٹ: یہاں پر کوئی نمائندہ حکومت قائم ہوتی تو ایسی پیش کش کو خندہ پیشانی سے قبول کرلیا ہوتا)

8 تاشقند میں کشمیر کلچرل ونگ ہونا چاہیے اور اس سلسلے میں جو مشکلات حائل ہیں ان کو دور کرکے راستوں کو کھولا جانا چاہیے تاکہ ہم اپنے خونی رشتوں کو استوار کو سکیں۔

(روزنامہ "خبریں" 12 فروری 1996ء)

(روزنامہ "جنگ" 13 فروری 1996ء)

وزیر خارجہ ایران، کشمیری عوام کی حمایت،

Impact International:

ایران کے وزیر خارجہ ڈاکٹر ابراہیم یزدی نے امپیکٹ انٹرنیشنل سے خطاب کرتے ہوئے کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کی مکمل حمایت کی۔ انہوں نے کہا:

"ایران کو کشمیری عوام کی مدد کرنی چاہیے تاکہ وہ اپنا حق خود اختیاری حاصل کرسکیں۔ دوسرے لوگوں کی طرح کشمیری کی عوام بھی خود ارادیت کے مستحق ہیں اور کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔"

ڈاکٹر یزدی نے ایران، پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت اور کشمیر کے درمیان علاقائی تعاون کی تجویز پیش کی۔

(روزنامہ "نوائے وقت" 6 نومبر 1979ء)

پانچ بڑوں کی کانفرنس:

جنیوا۔ 4 جون 1998ء اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے پانچ مستقل اراکین امریکہ، روس، چین، برطانیہ اور فرانس کا خصوصی اجلاس منعقد ہوا جو تین گھنٹے جاری رہا۔ پانچوں وزرائے خارجہ نے اس بات پر اتفاق رائے کیا کہ جنوبی ایشیا میں کشیدگی اور پاک بھارت اختلافات کی حقیقی اور بنیادی وجہ مسئلہ کشمیر ہے۔

1 اجلاس میں مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے جموں وکشمیر کے حقیقی اور مسلمہ رہنماؤں کی رائے معلوم کرنے کیلئے مناسب انتظامات کا فیصلہ کیا۔

2 بھارت اور پاکستان کو مسئلہ کشمیر باہمی بات چیت سے حل کرنا چاہیے اور اس کیلئے جلد از جلد بامقصد مذاکرات شروع کرنے چاہیے۔

3 امریکی وزیر خارجہ مسز البرائیٹ نے دوٹوک الفاظ میں کہا "پاک بھارت تنازعات کا حل عالمی طاقتوں کی ذمہ داری ہے مسئلہ کشمیر بین الاقوامی طور پر حل

کرنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے۔

(روزنامہ "اوصاف" 14 جون 1998ء)

سلامتی کونسل کی قرارداد نمبر 1172:

نیویارک، 6 جون 1998ء اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے اپنے ایک ہنگامی اجلاس میں قرارداد نمبر 1172 میں بھارت اور پاکستان سے کہا ہے کہ دونوں ممالک جنوبی ایشیا میں امن عالم کیلئے حقیقی خطرہ سے نجات حاصل کرنے کیلئے مسئلہ کشمیر کو باہمی بات چیت سے حل کریں۔

عالمی کشمیر کانفرنس۔ جاپان کا مطالبہ:

ٹوکیو۔ 2 جون 1998ء جاپان کے وزیر خارجہ نے آج ایک پریس کانفرنس میں مطالبہ کیا ہے کہ مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کیلئے ایک عالمی کانفرنس منعقد کی جائے۔ انہوں نے کہا جاپان اس کانفرنس کا میزبان بننے کو تیار ہے۔

(ہفت روزہ "کشمیر" 9 تا 15 جون 1998ء)

مسئلہ کشمیر برطانوی ایجنڈے میں سرفہرست ہے:

برطانوی وزیر خارجہ رابن کک نے کہا ہے:

"مسئلہ کشمیر کو حکومتی ایجنڈے میں سرفہرست حیثیت حاصل ہے اس مسئلے کو کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق پاکستان اور بھارت کے درمیان بامقصد مذاکرات کے ذریعے حل کیا جانا چاہیے۔"

رابن کک نے ایوان زیریں کے ایک وفد سے بات چیت کرتے ہوئے کہا:

"برطانوی حکومت کو پاک بھارت مذاکرات کے دوران ثالث کا کردار ادا کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اُنہوں نے کہا مسئلہ کشمیر پر اُن کا امریکی وزیر خارجہ میڈیلین البرائیٹ، اور بڑے صنعتی ممالک

کے وزرائے خارجہ کے ساتھ مسلسل رابطہ قائم ہے۔"

(روزنامہ "اوصاف" 27 جون 1998ء)

امریکی سینٹ کی قرارداد:

جون 1998ء میں امریکی سینٹ میں ایک قرارداد پیش کی گئی ہے جس میں عالمی امن کی خاطر تنازعہ کشمیر کے پرامن اور منصفانہ حل پر زور دینے کی علاوہ بھارتی مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی پر اظہار تشویش کیا گیا ہے۔ قرارداد میں جنوبی ایشیا میں ایٹمی اسلحہ کی دوڑ اور پاکستان و بھارت کے درمیان کشیدگی کی اصل وجہ تنازعہ کشمیر کو قرار دیا گیا ہے۔

(اداریہ روزنامہ "جنگ" 27 جون 1998ء)

بھارت اور پاکستان کشمیر کو متحد کر کے آزاد چھوڑ دیں۔ واشنگٹن پوسٹ:

اسلام آباد۔ واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں "خودمختار کشمیر" کو مسئلہ کشمیر کا واحد حل قرار دیا گیا ہے۔ پامیلا کانسٹیبل نے لکھا ہے کہ پاکستان کی مدد سے شروع ہونے والی مسلح جدوجہد دم توڑ چکی ہے۔ تاہم پاکستان اور اس کے حمایت یافتہ مجاہدین اپنے مفادات کے لئے مسئلہ کشمیر کو ہوا دینے میں مصروف ہیں۔ دونوں ملکوں میں مزید خونریزی سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے اور حل بھی یہی ہے کہ پاکستان اور بھارت دونوں کشمیر کو متحد کر کے آزاد چھوڑ دیں۔

(روزنامہ "اوصاف" 29 جولائی 1999ء)

مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے امریکی فارمولا:

اسلام آباد۔ ذرائع کے مطابق مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے امریکہ نے پاکستان اور بھارت کو ایک فارمولا بھیجا ہے جس کے مطابق:

1 آزاد اور مقبوضہ کشمیر کی حکومتوں کو زیادہ خود مختاری دے کر کنٹرول لائن کھول دی جائے۔

2 پانچ سال تک کشمیریوں کو آر پار جانے اور گفت و شنید و میل جول کا موقع دیا جائے۔

3 پانچ سال بعد دونوں حصوں میں آزاد و غیر جانبدار انتخابات کرائے جائیں۔

4 منتخب ہونے والی دونوں اسمبلیاں باہم مل کر کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کریں۔

5 بھارت کشمیر میں شہریوں پر فوج کشی بند کرے اور پاکستان مسلح جدوجہد کی حمایت نہ کرے۔

("جنگ" لندن 3 اگست 1999ء)

بین الاقوامی رائے عامہ سی این این (CNN) کا ٹیلی سروے:

بریڈفورڈ۔ (ظفر تنویر) CNN کے ایک ٹیلی سروے میں 81 فی صد ناظرین نے مسئلہ کشمیر کے پُرامن اور دیرپا حل کیلئے خودمختاری کے حق میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اس عالمی ادارے نے اپنے ناظرین سے پوچھا تھا:

"اگر کشمیر کو خودمختار ریاست قرار دیا جائے تو علاقے میں بڑھتی ہوئی کشیدگی کم ہوسکتی ہے؟"

81 فی صد ناظرین نے اس بات کی تائید کی ہے کہ جموں کشمیر کے خودمختار بن جانے سے جنوبی ایشیا میں پائی جانے والی کشیدگی کم ہوسکتی ہے۔ صرف 19 فی صد نے اس سے اختلاف کیا ہے۔

(روزنامہ "جنگ" لندن یکم مارچ 2000ء)

بھارت اور پاکستان ضد چھوڑ کر کشمیر کو خودمختاری دے دیں۔ دلائی لامہ:

چنائی۔ دلائی لامہ نے جنوبی ایشیا سے متعلق ایک کانفرنس سے خطاب کرتے

ہوئے کہا:

"مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کیلئے کشمیریوں کو از خود حکومت کرنے کا حق دیا جائے۔ پاکستان اور بھارت کو چاہیے کہ وہ ضد چھوڑ کر درمیانہ راستہ اختیار کریں۔"

(روزنامہ "پاکستان" 7 اگست 2001ء)

آؤٹ لُک (Outlook) کے سروے کے نتائج:

اس سے کچھ عرصہ قبل بھارت کے ایک مشہور جریدے آؤٹ لک (Out look) نے جموں کشمیر کے مختلف علاقوں میں رائے عامہ کا ایک سروے کرایا۔ اس سروے کے نتائج سامنے آئے تو دنیا دنگ رہ گئی۔ ان نتائج کے مطابق 72 فی صد عوام نے خودمختاری کے حق میں اپنی رائے ظاہر کی تھی۔ سروے کے ان نتائج نے بھارت کی انتہاپسند تنظیموں کو اس قدر برفروختہ کر دیا کہ دہلی میں آؤٹ لک کے دفاتر پر حملہ کر کے انہیں تہس نہس کر دیا گیا۔

UNO کی قراردادیں غیر موثر نہیں ہوئیں:

نیویارک۔ اقوام متحدہ کے ایک ترجمان نے امریکہ میں تعینات بھارتی سفیر کے اس بیان کو کہ "50 سال گزر جانے کے باعث UN قراردادیں غیر مؤثر ہو گئی ہیں" مسترد کر دیا ہے۔ بھارتی سفیر نے کہا تھا کہ جنوبی ایشیا کے دورہ 2000ء میں UN سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے کہا تھا کہ مسئلہ کشمیر پر اقوام متحدہ کی قراردادیں ایک طویل عرصہ گزر جانے کے باعث غیر مؤثر ہو گئی ہیں۔ اقوام متحدہ کی خاتون ترجمان نے بھارت کی طرف سے پھیلائے گئے اس تاثر کو سختی سے مسترد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ کوفی عنان نے ایسا کوئی بیان نہیں دیا کہ کشمیر میں رائے شماری نہیں ہوسکتی۔

(روزنامہ "جنگ" 6 جون 2002ء)

کشمیر ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے۔ کولن پاؤل:

امریکی وزیر خارجہ کولن پاؤل نے کہا ہے:

''کشمیر ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے۔ اسے سیاسی عمل اور پر امن مذاکرات سے حل کیا جاسکتا ہے۔''

(P.T.V 29 جون 2002ء)

نوٹ: کولن پاؤل کا یہ بیان بھارت کے اس موقف کے برعکس ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ کشمیر بھارت کا اندرونی مسئلہ ہے۔

جموں کشمیر کو یکجا کر کے خودمختار بنادیا جائے (پروفیسر عائشہ جلال):

لندن۔ امریکی یونیورسٹی میں تاریخ کی پروفیسر، ایوارڈ یافتہ ڈاکٹر عائشہ جلال نے مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے ایک نظریہ پیش کیا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ جموں کشمیر کے تمام حصوں کو یکجا کر کے خودمختار علاقہ بنادیا جائے جس کے دفاع کی ذمہ داری اور ضمانت بھارت اور پاکستان دیں اور یہ دونوں ممالک نئے آزاد ملک کو اقتصادی امداد بھی دیں۔ اس دوران تمام کشمیریوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مذاکرات کا موقعہ ملے گا اور وہ اپنے مستقبل کے بارے میں بہتر انداز میں کوئی فیصلہ کر سکیں گے۔ ڈاکٹر عائشہ جلال نے پاکستان سوسائٹی کی جانب سے منعقدہ ایک لیکچر کے دوران کہا کہ وہ ایک ایسا خودمختار علاقہ قائم کرنے کی بات کر رہی ہیں، جس میں ایسا حل تلاش کیا جائے جس سے دونوں بڑے ممالک بھارت، پاکستان اور کشمیری عوام خوش ہوں۔ بھارت اور پاکستان نے 1947ء سے آج تک جموں کشمیر کے دونوں حصوں کے عوام کو ایک دوسرے سے ملنے اور مذاکرات کرنے کا موقعہ نہیں دیا۔ جس کی وجہ سے کشمیریوں کو اس وقت سب سے بڑا مسئلہ پیش آرہا ہے کہ بھارت اور پاکستان کے مابین ہونے والے مذاکرات میں کشمیریوں کی نمائندگی کون کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ ان کے خود

مختاری کے نظریہ پر عمل کیا جائے تو تمام کشمیریوں کو اکٹھا کر کے انتخابات کے ذریعہ مذاکرات کیلئے اپنے نمائندے منتخب کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر عائشہ جلال نے کہا کہ امریکہ یا برطانیہ کی جانب سے کشمیریوں پر کوئی حل ٹھونسنے پر منفی نتائج نکلیں گے۔

(روزنامہ ''نیشن'' 25 جون 2003ء)

اقوام متحدہ UNO مسئلہ کشمیر حل کرائے۔ ولیم کولین:

واشنگٹن۔ امریکی وزیر دفاع ولیم کولین نے کہا ہے:

''جنوبی ایشیا میں ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ کی بنیادی وجہ مسئلہ کشمیر ہے۔''

CNN کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا:

''اب اقوام متحدہ کو مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کیلئے سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔''

(روزنامہ ''اوصاف'' 3 جون 2004ء)

پیچھے دیکھنے کی بجائے آگے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ یورپی یونین:

سری نگر۔ یورپی یونین نے کہا ہے کہ کشمیر سے متعلق 1948ء کی قرارداد تاریخ بن چکی ہے۔ کشمیر ہندوستان، پاکستان اور کشمیری عوام کے درمیان ایک مسئلہ ہے جسے ہر حال میں حل کرنے کی ضرورت ہے۔ کشمیری عوام کو اس میں کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ ہمیں پیچھے دیکھنے کی بجائے آگے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

(روزنامہ ''جنگ'' 24 جون 2004ء)

کشمیر کی پانچ خودمختار ریاستیں۔ نیا امریکی اور یورپی فارمولا:

مسئلہ کشمیر کا پائیدار حل تلاش کرنے کیلئے کشمیر کو پانچ خودمختار ریاستوں میں تقسیم کرنے کا ایک فارمولا تیار کر لیا گیا ہے اس کے مطابق گلگت، بلتستان، آزاد کشمیر، جموں، وادی کشمیر اور لداخ کو خودمختار ریاستوں میں منظم کیا جائے گا۔

یہ سب خودمختار ریاستیں اپنے شہریوں کو پاسپورٹ جاری کر سکیں گی۔

حریت کانفرنس کے انصاری گروپ نے اس کی حمایت کی ہے۔ بعض حلقوں کے مطابق ان ہی پانچ ریاستوں کو بعد میں ایک ملک میں بدل دیا جائے گا۔ سردار عبد القیوم نے یونائیٹڈ سٹیٹس آف کشمیر کی تجویز کی حمایت کی ہے۔

اس مسئلہ کیلئے لداخ، گلگت، بلتستان اور آزاد کشمیر کی قیادت کو اعتماد میں لیا جائے گا اور پھر ہند پاک مذاکرات میں ان سب ریاستوں کے نمائندوں کو بھی شامل کیا جائے گا۔

(روزنامہ "جنگ" 26 جولائی 2005ء)

مسئلہ کشمیر تاریخی اہمیت کا حامل ہے:

چینی وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا ہے کہ مسئلہ کشمیر تاریخی اہمیت کا حامل ہے، اس پر توقع کی جاتی ہے کہ بھارت اور پاکستان مل بیٹھ کر باہمی مذاکرات کے ذریعے اس کا حل نکال لیں گے۔ مذاکرات کے ذریعہ اس مسئلہ کا حل دونوں ممالک کے مفاد میں ہوگا اور برصغیر میں امن و استحکام کا پیش خیمہ ہوگا۔

(روزنامہ "جنگ" 21 اپریل 1990ء)

کھٹمنڈو کانفرنس:

حال ہی میں نیپال کے دارالحکومت کھٹمنڈو میں ایک بین الاقوامی چار روزہ کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا جس میں حد متارکہ جنگ کے دونوں جانب کے نمائندوں نے شرکت کی، جن میں مسلمان، ہندو اور بدھ بھی شامل تھے۔ کانفرنس کے اختتام پر ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں پاک بھارت مذاکرات کی حمایت کرتے ہوئے ان مذاکرات میں کشمیریوں کو شامل کرنے کا مطالبہ کیا گیا نیز یہ بھی کہا گیا کہ 1947ء سے آج تک بے گھر ہونے والے کشمیریوں کو دوبارہ اپنے گھروں میں آباد کیا جائے۔

(روزنامہ "خبریں" 18 نومبر 2005ء)

سری نگر مظفر آباد بس سروس۔ مسئلہ کشمیر کے حل کی راہ ہموار۔ چین:

عوامی جمہوریہ چین نے سری نگر مظفر آباد بس سروس کے اجراء کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس امید کا اظہار کیا ہے کہ اس سے تنازعہ کشمیر کے حل کی راہ ہموار ہو گی۔

چینی وزارت خارجہ کے ترجمان کونگ جوآن نے ہفتہ وار بریفنگ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"ہم مظفر آباد سری نگر کے درمیان بس سروس شروع کرنے کے حوالے سے اس کا خیر مقدم کرتے ہیں ہم سمجھتے ہیں اس اقدام سے مسئلہ کشمیر کے حل کی راہ ہموار ہو جائے گی اور کشمیری عوام کو بہت فائدہ ہوگا۔"

(روزنامہ "جنگ" 18 فروری 2005ء)

یہاں اس بات کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا کہ عوامی جمہوریہ چین ابتداء سے ہی کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کا حامی رہا ہے اور عالمی طور پر اس سلسلہ میں بہت مثبت کردار ادا کرتا رہا ہے۔

جون 1957ء میں چیئرمین ماؤزے تنگ نے سوویت یونین اور دوسرے کمیونسٹ ممالک سے اپیل کی تھی کی وہ کشمیر کے معاملے میں مکمل غیر جانبداری کا اعلان کریں۔ (اس سے قبل سوویت یونین سلامتی کونسل میں پیش ہونے والی قراردادوں کو ویٹو کرتا رہا ہے، جس کا فائدہ بھارت کو ہوتا رہا ہے اور مسئلہ کشمیر کے حل میں رکاوٹ پیدا ہوتی رہی ہے۔)

(روزنامہ "ڈان" کراچی 21 جون 1957ء)

1998ء میں اسلام آباد میں متعین چینی سفیر مسٹر ژیانگ جنگ نے کہا:

"کشمیر کے بارے میں چین کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ہم

کشمیری عوام کی حمایت کرتے رہیں گے۔"

(روزنامہ "اوصاف" 3 نومبر 1998ء)

مسئلہ کشمیر کا حل جموں کشمیر کی مکمل آزادی ہے، معمر قذافی:

طرابلس میں لیبیا کے صدر معمر قذافی نے کہا ہے کہ مسئلہ کشمیر کا حل جموں کشمیر کی مکمل آزادی ہے، جہاں مسلمانوں اور ہندوؤں کو اپنے وطن میں آزاد رہنے کا حق دیا جائے اور ہر قسم کی مداخلت اور جوابی مزاحمت سے نجات دلائی جائے۔

ان خیالات کا اظہار انہوں نے اپنے ایک مضمون میں کیا جو لیبیا کی ویب سائٹ پر دستیاب ہے۔

(روزنامہ "جنگ" 26 اگست 2003ء)

امریکہ کشمیر کا ایسا حل چاہتا ہے جو تینوں فریقوں کیلئے قابلِ قبول ہو۔ صدر بش:

جنوبی ایشیا کے دورے پر روانہ ہونے سے پہلے صدر بش نے ایشیاء سوسائٹی کی ایک تقریب میں ایک مفصل تقریر کی۔ بعد میں بھارت اور پاکستان کے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا سے خطاب کیا۔ آخر میں انہوں نے ایک وضاحتی بیان جاری کیا۔ جس میں انہوں نے کہا:

> "میں نے آج جو تقریر کی ہے اس کے ایک حصے کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے میں نے کہا تھا کہ امریکہ کشمیر کا ایسا حل چاہتا ہے جو تمام فریقوں کیلئے قابلِ قبول ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ ریکارڈ درست کروں تا کہ دنیا یہ نہ کہہ سکے کہ میں دو فریقوں کے اطمینان کے مطابق حل چاہتا ہوں۔ میں تمام فریقوں کے اطمینان کے مطابق حل چاہتا ہوں۔ میں اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ

> کشمیر پر جو بھی سمجھوتہ ہو وہ ہندوستان، پاکستان اور کشمیری شہریوں کیلئے قابلِ قبول ہونا چاہیے۔"

(روزنامہ "جنگ" 20 فروری 2006ء)

خلاصہ:

گزشتہ صفحات میں "بین الاقوامی دانشوروں کی آراء" کے عنوان کے تحت ہم نے عالمی سطح کی بلند پایہ شخصیات اور اداروں کے کشمیری عوام اور اس کے مستقبل کے بارے میں خیالات اور سفارشات کا جائزہ لیا تو ہمارا اپنا حوصلہ بہت بلند ہوا۔ کشمیری قوم اتنی خوش نصیب ہے کہ اسے مشرق و مغرب میں ایسے ہمدرد دوست میسر ہیں۔

- پروفیسر ولیم بیکر کہتے ہیں "کشمیر میں مجھے ایک ایسا شخص بھی نہیں ملا جو کسی کے ساتھ الحاق چاہتا ہو وہ صرف آزادی چاہتے ہیں"
- واشنگٹن پوسٹ نے لکھا
  "خودمختار کشمیر مسئلہ کشمیر کا واحد حل ہے۔ پاکستان اور بھارت دونوں کو چاہیے کہ کشمیر کو متحد کر کے آزاد چھوڑ دیں۔"
- CNN کے ٹیلی سروے میں 91 فی صد ناظرین نے جموں کشمیر کی خودمختاری کے حق میں رائے دی۔
- تبت کے عظیم سیاسی اور مذہبی رہنما دلائی لامہ نے کہا
  "بھارت اور پاکستان کو چاہیے کہ وہ ضد چھوڑ کر کشمیری عوام کو خودمختاری دے دیں......"
- عرب دنیا کے عظیم رہنما، لیبیا کے صدر معمر قذافی نے کہا "مسئلہ کشمیر کا حل جموں کشمیر کی مکمل آزادی ہے جہاں مسلمانوں اور ہندوؤں کو اپنے وطن میں مل کر رہنے کا حق دیا جائے......"

بین الاقوامی سطح کے ان عظیم المرتبت رہنماؤں کے ارشادات کا تمام محب

الوطن کشمیریوں اوران کے لیڈروں کو پوراپورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔

کشمیری عوام کیا چاہتے ہیں؟

سلامتی کونسلس

مہجور کاشمیری

1948ء میں بھارت مسئلہ کشمیر کو اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے گیا۔ سلامتی کونسل میں کشمیر کے بارے میں کئی قراردادیں منظور کی گئیں جن میں کشمیری عوام کے حقِ خود ارادیت کو تسلیم کیا گیا تاہم ان قراردادوں پر اب تک عمل درآمد نہیں ہوا۔ کشمیر کے انقلابی قومی شاعر مہجور نے اپنی اس نظم میں کشمیری قوم کے جذبات اور خیالات کی سو فیصد درست ترجمانی کی ہے۔

بے کسی ھند سأن آلو بُوز بالو سنگرو
آسمانن وود سثاہ گو نیک انسانن اثر

اسِہ بچاونہ اکھ جما تھاہ آیہ لاران آسمانٕ
لتہ مونجہ گیہ اُس سثاہ دب لج گھرس سانس اندر

اک چھو پاکستان وِنان بیاکھ وِنان ہندوستان
اَسہ سپُد فی الحال ڈاکِستان یتھ مُلکس اندر

بخشتن اسہ تراوُتن ونتو کھ اسہِ کیٔت تی چھوجان
اسی سنبھالو گھرہ پنُن یم نیر تن سأری نبر

مُلکہ منزہ کڈتو کھ یم سأری اسہ کیٔت تی چھو جان
اسی کرو پانے حکومت دعویٰ یتویٔ اوس مختصر

دوہ کٔشی گیہ، وقت لوگ، تاریخ گردانی سپن
اس چھ ون زانان توھِ پُھونتیس اندر کھوچر

غیر تس سانس کرو توِہ گوت کالاہ امتحان
اَسِ مرؤ غیرس کھورن تل زاہ تہ نمراودنہ سر

XXXXXX

سلامتی کونسل سے

پروفیسر نذیر انجم

اپنی مجبوری کی فریادوں سے گونجی وادیاں
نیک انسانوں کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوئیں

اور بیگانوں کا اک لشکر ہمارے دیس میں
یوں در آیا خون سے رنگیں ہوئی اپنی زمیں

ایک پاکستان کہتا ہے تو ایک ہندوستان
ہائے اس جنگ و جدل میں لٹ گیا میرا وطن

آج ان غیروں سے کہہ دو اپنی اپنی راہ لیں
اپنے ہاتھوں سے سجا لوں گا خود اپنی انجمن

غیر کی میراث کیوں کر ہو مرا ملک عزیز
گل مرا، بلبل مرا، نغمہ مرا، میرا چمن

ہم تمہاری سازشوں سے خوب واقف ہو گئے
ہم سمجھتے ہیں تمہاری پالیسی مکر و فن

کب تلک ہو گا ہماری غیرتوں کا امتحاں
گردنیں کٹ جائیں گی لیکن نہ ہوں گی خم کبھی

500 کشمیری وکلاء کی متفقہ قرارداد:

1993ء میں کشمیر کے ساڑھے تین ہزار وکلاء نے سری نگر میں منعقدہ ایک کنونشن میں قرارداد کے ذریعہ کشمیر کو پانچ سال کیلئے اقوام متحدہ کی تحویل میں دینے کا مطالبہ کیا۔ قرارداد میں کہا گیا کہ پانچ سال کا عرصہ پورا ہو جانے سے پہلے بھارت اور پاکستان دونوں کشمیر سے اپنی فوجیں نکالیں۔ اور اقوام متحدہ کے زیر اہتمام مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے آزادانہ استصواب رائے کرایا جائے۔

(روزنامہ "جنگ" 30 ستمبر 1993ء)

ٹائمنز آف کشمیر :

عبوری دور کیلئے ایک حل:

1997ء میں ہفت روزہ ٹائمنز آف کشمیر نے مسئلہ کشمیر کے مستقل قابل قبول حل تک پہنچنے کیلئے ایک عبوری حل کا خاکہ تجویز کیا جس کے مطابق:

- لائن آف کنٹرول کے مشرقی جانب علاقے جو کہ حکومتِ ہند کے کنٹرول میں ہیں ان میں دفاع، امور خارجہ اور رسل ورسائل کے سوا تمام امور میں ریاست کو مکمل اندرونی خودمختاری دی جائے اور اس کے تمام حصوں یعنی لداخ، کشمیر اور جموں کی اسمبلیاں قائم کر کے انہیں خودمختار بنا دیا جائے اور اس طرح ان تمام علاقوں میں جمہوریت کو عوام الناس کے دروازوں تک پہنچایا جائے۔
- LOC کے جنوب اور مغرب میں پاکستان کے زیر کنٹرول تمام علاقوں میں دفاع، امور خارجہ اور رسل ورسائل کے سوا باقی تمام معاملات میں خودمختاری دی جائے اس حصے میں بلتستان، گلگت اور آزاد کشمیر میں علاقائی اسمبلیاں قائم کر دی جائیں اور اس طرح جمہوریت Grass root تک پہنچائی جائے۔

- دونوں جانب فوجوں کی واپسی عمل میں لائی جائے دونوں جانب کے عوام کو صرف شناختی کارڈ دکھا کر دوسرے حصوں میں آنے جانے کی سہولت مہیا کی جائے۔
- دونوں حصوں میں آمد ورفت کیلئے بارہ مولہ مظفر آباد روڈ، جموں سیالکوٹ روڈ، نوشہرہ میر پور روڈ اور کرگل سکردو روڈ کھول دی جائیں۔
- دونوں حصوں میں قائم اسمبلیوں کے انتخابات منصفانہ انداز میں کسی غیر ملکی ادارے کی نگرانی میں کرائے جائیں۔
- دونوں حصوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ایک کونسل بنائی جائے جو باہمی مفادات کے معاملات پر غور کرتے رہیں اور تصفیہ طلب اور اہم فیصلے کرتے رہیں۔

اس عبوری دور کیلئے بھارت اور پاکستان کی حکومتیں اپنے اپنے زیر کنٹرول علاقوں کی ترقی کیلئے وافر فنڈز مہیا کرتی رہیں۔

("ٹائمز آف انڈیا" 10 اگست 1997ء)

کشمیری دانشوروں کی رائے:

1997ء کے آخری ہفتے میں جموں کشمیر کے روٹری کلب میں "Forum for Peaceful Settlement" کے زیر اہتمام دو روزہ کنونشن منعقد ہوا۔ کنونشن 27 ستمبر 1997 دن کے 11 بجے شروع ہوا اور 29 ستمبر تک جاری رہا۔ کنونشن میں جموں کشمیر کے علاوہ بھارت کی کئی ریاستوں کے دانشوروں نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس کے ایجنڈے میں مسئلہ کشمیر کو پرامن مذاکرات کے زریعہ طے کرنے کی خاطر ایک ایسا حل تلاش کرنا شامل تھا جو بھارت اور پاکستان کے علاوہ جموں کشمیر کے عوام کیلئے بھی قابل قبول ہو۔

ابتداء میں فورم کے سیکرٹری مسٹر کاظمی نے فورم کے اغراض و مقاصد اور زیر

بحث لائے جانے والے ایجنڈا کے بارے میں مختصر رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے کہا:

"فورم کی داغ بیل 1993ء میں ڈالی گئی تھی اور اس کا واحد مقصد مسئلہ کشمیر کو پُر امن مذاکرات کے ذریعے حل کرنے میں مثبت رول ادا کرنا تھا۔"

(Srinagar Times) سری نگر ٹائمز کے صوفی غلام محمد نے ریاستی عوام کے مختلف نظریات کا اجمالی خاکہ پیش کیا اور ریاست کی موجودہ صورت حال کے پیش نظر اس کے فوری حل کی ضرورت پر زور دیا۔

روزنامہ وادی کی آواز کے مدیر اعلیٰ غلام نبی شیدا نے مسئلہ کشمیر کی متنازعہ حیثیت کو تاریخی حوالوں سے اجاگر کیا اور اس سلسلے میں پنڈت نہرو کے کئے گئے وعدوں کا ذکر کیا۔ انہوں نے فورم کے چیئرمین کی کوششوں کو سراہا۔

فورم کے چیئرمین مسٹر صراف نے فورم کے وجود میں آنے کے محرکات بیان کئے۔ انہوں نے کہا:

"مسئلہ کشمیر کا حتمی حل تلاش کرنے کیلئے واقعات کو صحیح تناظر میں دیکھنا ضروری ہے۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ مسئلہ کشمیر کو ارباب اختیار نے اپنے اقتدار کی کنجی بنا رکھا ہے اور وہ سمجھتے ہیں اگر یہ مسئلہ حل ہو گیا تو ان کا اقتدار خطرے میں پڑ جائے گا۔ ہماری نظر میں اس مسئلہ کا بہترین حل سہ فریقی کانفرنس منعقد کرنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔"

لبریشن فرنٹ کے جاوید احمد میر نے صراف صاحب کی تجویز کی حمایت کرتے ہوئے سہ فریقی کانفرنس کو مناسب قرار دیا اور کہا بھارت اور پاکستان دونوں ہر موقعہ پر مسئلہ کے اصل فریق کشمیری عوام کو نظر انداز کرتے رہے ہیں۔

شبیر احمد شاہ نے صراف صاحب کی پر خلوص کوششوں کی تعریف کی۔

انہوں نے کہا:

''جب ہم کشمیر کی بات کرتے ہیں تو ہمیں تمام علاقوں کے لوگوں کو ذہن میں رکھ کر بلا لحاظ مذہب وملت ہر ایک علاقے کی بات کرنی چاہیے جن میں لداخ، جموں، وادی کشمیر اور گلگت کے تمام علاقے شامل ہیں۔ ہم مختلف مذاہب اور مختلف زبانوں کے حامل ہیں اور ہمارا مقصد ایک الگ آزاد ریاست کی تشکیل ہے۔''

پنجاب مورچہ کے جنرل سیکرٹری گیان چند نے تجویز دی کہ

''بھارتی مقبوضہ کشمیر اور پاکستانی مقبوضہ کشمیر دونوں کو ملا کر خود مختار ملک بنانے کی جدوجہد کی جائے۔''

کانفرنس سے راجستھانی تنظیم پرکاش دَل کے صدر، پنجاب اکالی پنچ کے صدر، یوتھ لیڈر ریاتو سنگھ، میجر جنرل ای ایس دھر اور حریت کانفرنس کے فضل حق قریشی نے بھی خطاب کیا۔

اتفاق رائے سے منظور شدہ تجاویز:

1 جموں کشمیر کا مستقبل سہ فریقی بات چیت کے ذریعہ بھارت، پاکستان اور حقیقی کشمیری نمائندوں کے مابین طے کیا جائے۔

2 بندوق کا رول ختم کر کے مسئلہ سیاسی طور پر پُرامن جدوجہد سے حل کیا جائے۔

3 انسانی حقوق کی پامالی خواہ وہ کسی جانب سے ہو، بند کی جائے۔ فورسز اور جنگجوؤں کے درمیان سیز فائر کروایا جائے۔

4 جیلوں میں بند تمام سیاسی نظر بندوں کو غیر مشروط طور پر رہا کر دیا جائے اور ریاستی ہلاکتیں بند کی جائیں۔

(ہفت روزہ "انصاف" 11 تا 17 فروری 1998ء)

بھارت تحریک آزادی کی حقیقت کو تسلیم کرے (کشمیری پنڈت):

جموں کے کیمپوں میں رہنے والے 200 کشمیری پنڈتوں نے بھارتی وزیر داخلہ اور گورنر کشمیر کو اپنے دستخطوں سے ایک خط لکھا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ بھارت کو کشمیریوں کی تحریک آزادی کی حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے۔

کشمیر ٹائمز کے مطابق پنڈتوں نے لکھا:

''یہ پالیسی نہایت خطرناک ہے کہ کشمیر کے حالات کے بارے میں عوام کو بے خبر رکھا جائے اور فورسز کے ہاتھوں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو چھپایا جائے۔ کشمیری عوام کی زندگی موت سے بدتر بنائی جارہی ہے۔''

(روزنامہ "اوصاف" 8 جنوری 1998ء)

نامور کشمیری دانشور۔ یوسف بچھ:

''کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کو الحاق تک محدود کرنے سے عوام کے حق خود اختیاری کی نفی ہو جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کشمیریوں سے کہا جائے کہ وہ پوری آزادی سے ریاست کے مستقبل کا فیصلہ کر سکتے ہیں لیکن وہ آزاد رہنے کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔''

"They can Choose Independently but They can not choose Independence."

("کشمیر ڈائری" جلد 8 صفحہ 58)

ہری سنگھ بھارت سے الحاق نہیں چاہتے تھے۔ کرن سنگھ:

نئی دہلی۔ ڈاکٹر کرن سنگھ نے ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''مہاراجہ ہری سنگھ پاکستان کے ساتھ الحاق چاہتے تھے لیکن پاکستان

کی جانب سے مسلح حملہ آوروں نے صورت حال بدل دی پھر ہری سنگھ نے کشمیر کی جداگانہ حیثیت برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا۔ پاکستان کے ساتھ معاہدہ بھی ہوگیا بھارت کی طرف سے ابھی جواب نہیں آرہا تھا کہ پاکستان کے قبائلی لشکر داخل ہوگئے۔"

(روزنامہ "جنگ" لاہور 30 اکتوبر 1999ء)

ہری سنگھ کشمیر کو خودمختار رکھنا چاہتے تھے۔ اجیت شاترو سنگھ:

سری نگر۔ مہاراجہ ہری سنگھ کے پوتے، جموں کشمیر کے وزیر اطلاعات و سیاحت، راجہ اجیت شاترو سنگھ نے اسمبلی اور کونسل کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"میرے دادا مہاراجہ ہری سنگھ کشمیر کو خودمختار رکھنا چاہتے تھے مگر 1947ء کے حالات کی وجہ سے ایسا نہ ہوسکا۔"

انہوں نے کہا:

"1947ء میں پاکستان کی غلطی کی وجہ سے کشمیر کی خودمختار حیثیت کو برقرار نہ رکھا جاسکا جس کی وجہ سے بھارت نے گذشتہ 50 سال سے کشمیر کو غلام بنا رکھا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم کشمیر کی خودمختاری کی طرف پیش قدمی کریں یہ میرے باپ دادا کی خواہش تھی اور یہی اس کا حل ہے۔"

(ہفت روزہ "کشمیر" 11 تا 17 جولائی 2000ء)

کنٹرول لائن برقرار رکھ کر کشمیر کو 5 حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ امریکی سٹڈی گروپ:

واشنگٹن (آن لائن) امریکہ کے کشمیر سٹڈی گروپ نے نئی تجویز پیش کی ہے

کہ لائن آف کنٹرول کی حیثیت برقرار رکھتے ہوئے کشمیر کو پانچ حصوں میں تقسیم کردیا جائے جس کے تحت مجوزہ طور پر 2 حصے پاکستان کی حکمرانی اور تین حصے بھارت کی زیر نگرانی میں ہوں گے جبکہ پاکستان اور بھارت ان پانچ حصوں کے دفاع اور خارجہ امور کے ذمہ دار ہوں گے کشمیر سٹڈی کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ان پانچ حصوں میں جموں کشمیر اور لداخ جو بھارت کے قبضے میں ہیں اور آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات جو پاکستان کی نگرانی میں ہیں شامل ہیں اور یہ پانچوں حصے مکمل طور پر آزاد، اپنے جھنڈے، شہریت اور پاسپورٹ کے حامل ہوں گے کشمیر سٹڈی گروپ کے کشمیر نژاد امریکی فاروق کاٹھواری، جو سری نگر میں پیدا ہوئے تھے، نے گروپ کے 25 ارکان کو اپنے ایک خط کے ذریعے بتایا کہ دورہ نیو دہلی کے موقع پر ان نئی تجویز پر مثبت ردعمل کا اظہار کیا گیا ہے جبکہ دورہ پاکستان کے دوران بھی صدر، وزیراعظم اور وزیر خارجہ سے علیحدہ علیحدہ ملاقاتیں کی ہیں۔ فاروق کٹھ وارای نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے ایل او سی کے دونوں اطراف کی کشمیری قیادت کے ساتھ اس تجویز پر مباحثے کئے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق تجویز میں پانچ حصوں میں اندرونی تجارت اور ٹرانسپورٹ کے متعلقہ امور کو چلانے کیلئے کمیٹیاں بنائی جائیں گی جبکہ ایک آل کشمیر باڈی بنائی جائے گی جو وسیع تر انداز میں علاقائی تجارت، سیاحت، ماحول اور پانی کے وسائل کے علاقوں کی نگرانی کرے گی پانچوں حصوں کا اپنا قانون، جھنڈا، شہریت اور جمہوری ادارے ہوں گے جبکہ ان حصوں کے شہریوں کی بھارتی یا پاکستانی پاسپورٹوں کے تحت نشاندہی کی جائے گی یا تصدیق کیلئے بھارت اور پاکستان کی طرف سے اپنے حصہ کا پاسپورٹ بھی استعمال کرسکتے ہیں اور بھارت اور پاکستان کے ساتھ لگنے والی سرحد کو لوگوں، اشیاء اور خدمات کیلئے کھول دیا جائے گا تجویز میں مزید بتایا گیا ہے کہ ایل او سی اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک پاکستان اور بھارت اس پر کوئی فیصلہ نہیں کرلیتے لیکن دونوں ممالک کو کشمیر کے پانچوں حصوں سے فوجوں کا انخلاء کرنا ہوگا

اور کشمیر سے دوسرے علاقوں میں ہجرت کرنے والے افراد کو واپس اپنے آبائی علاقوں میں آنے کی اجازت ہوگی۔

کشمیر مذہبی مسئلہ نہیں بلکہ ایک سیاسی مسئلہ ہے۔ حریت کانفرنس:

جموں و کشمیر کی 23 آزادی پسند تنظیموں کے متحدہ سیاسی اتحاد کل جماعتی حریت کانفرنس کی مجلس عامہ نے چیئرمین عبدالغنی بٹ کی صدارت میں 12 فروری 2001ء کو ایک پالیسی بیان مرتب کیا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ

''کشمیر ایک مذہبی مسئلہ نہیں بلکہ ایک سیاسی مسئلہ ہے۔''

بیان میں بھارت اور پاکستان کے انتہا پسند عناصر پر سخت نکتہ چینی کی گئی ہے جو پُرامن کوششوں کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں۔ کشمیر کو مذہبی مسئلہ قرار دینا ایک منفی سوچ ہے کیونکہ حقیقتاً یہ ایک سیاسی مسئلہ ہے جس کا تعلق ساری کشمیری قوم سے ہے۔

(ہفت روزہ ''کشمیر'' 22 تا 28 جولائی 2001ء)

کشمیر مذہبی یا سرحدی تنازعہ نہیں ہے۔ میر واعظ عمر فاروق:

حیدر آباد (دکن) کل جماعتی حریت کانفرنس کے سابق چیئرمین میر واعظ عمر فاروق نے ایشین سوشل فورم کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''جموں کشمیر کوئی مذہبی یا سرحدی یا معاشی مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک کروڑ کشمیری عوام کی عزت اور اُن کے سیاسی مستقبل کا مسئلہ ہے۔''

(روزنامہ ''نوائے وقت'' 5 جنوری 2003ء)

جموں کشمیر کو 5 زونز میں تقسیم کر کے مشترکہ پارلیمینٹ قائم کی جائے۔ میر واعظ:

مینڈھر۔ حریت کانفرنس کے سربراہ میر واعظ عمر فاروق نے مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے حریت کانفرنس کا روڈ میپ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ جموں کشمیر کو پانچ زونز میں تقسیم کر دیا جائے۔ یہ زونز جموں ڈویژن، وادی کشمیر، لداخ گلگت بلتستان، شمالی علاقہ جات اور آزاد کشمیر پر مشتمل ہوں۔ ہر زون میں ایک اسمبلی قائم کی جائے جس کے بعد ان اسمبلی زونز پر مشتمل ایک مشترکہ پارلیمینٹ کا قیام عمل میں لایا جائے اور پاکستان، بھارت کے نمائندوں کو اس مشترکہ پارلیمینٹ میں بیٹھنے دیا جائے۔ میر واعظ عمر فاروق نے یہ روڈ میپ جموں کے علاقے مینڈھر میں ایک بڑے عوامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ حریت کانفرنس کا یہ روڈ میپ تنازع کشمیر کے حل کیلئے واحد قابل عمل فارمولا ہے اور حریت کانفرنس نے اس سلسلے میں مذاکرات کا آغاز کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ چند لوگ ہم پر الزام عائد کرتے ہیں کہ ہم کشمیر کے ایک مخصوص خطے کی نمائندگی کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ حریت کانفرنس آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات سمیت ریاست جموں کشمیر کے ہر ایک خطے کی نمائندہ تنظیم ہے۔ انہوں نے کشمیر سے فوجوں کے مکمل انخلاء کا مطالبہ دہراتے ہوئے کہا کہ یہ اقدام مسئلہ کشمیر کے حل کی طرف اٹھنے والا پہلا قدم ہوگا۔ پونچھ اوڑی روڈ کھولنے کا مطالبہ کرتے ہوئے میر واعظ عمر فاروق نے کہا کہ بد قسمتی سے مقبوضہ کشمیر کے عوام کو سرحد پار مقیم اپنے بھائیوں سے ملنے کی اجازت نہیں دی جا رہی۔ اوڑی پونچھ روڈ کو کھلنا چاہیے۔ انہوں نے عوام کو یقین دلایا کہ وہ یہ معاملہ پاکستان اور بھارت کی حکومتوں کے ساتھ اٹھائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مسئلہ کشمیر کا وہی حل قبول کرے گا جو کشمیری عوام کیلئے قابل قبول ہوگا اب وقت آ گیا ہے کہ بھارت بھی ایسی یقین دہانی کرائے۔

(روزنامہ ''جناح'' 19 اپریل 2006ء)

جموں کشمیر کے پانچ زون اور مشترکہ پارلیمینٹ۔ میر واعظ:

حریت کانفرنس کے سربراہ میر واعظ عمر فاروق نے مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے حریت کانفرنس کی طرف سے ایک فارمولا پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ

''جموں کشمیر کو پانچ زونز میں تقسیم کر دیا جائے۔ جو جموں، وادیٔ کشمیر، لداخ، گلگت، بلتستان اور آزاد کشمیر پر مشتمل ہوں۔ ہر زون کی اک اسمبلی قائم کی جائے جس کے بعد ان زونز پر مشتمل ایک مشترکہ پارلیمینٹ کا قیام عمل میں لایا جائے۔

انہوں نے کہا حریت کانفرنس آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات سمیت ریاست کے ہر ایک حصہ کی نمائندہ تنظیم ہے۔''

(روزنامہ ''جناح'' 19 اپریل 2006ء)

صدر آزاد کشمیر راجہ ذوالقرنین نے کہا ہے کہ اعتماد سازی کیلئے کنٹرول لائن کو ایک سال کیلئے کھول دیا جائے۔ ریاست جموں کشمیر کے باشندوں کی شہریت ایک ہے صرف شناختی دستاویز پر لائین کے آر پار آنے جانے کی اجازت دی جائے۔ وہ چیئرمین کشمیر کمیٹی حامد ناصر چٹھہ کے اعزاز میں دیئے گئے عشائیے سے خطاب کر رہے تھے۔

(روزنامہ ''جنگ'' 2 نومبر 2006ء)

خواجہ عبدالغنی لون:

- صدر جموں کشمیر پیپلز کانفرنس خواجہ عبد الغنی لون نے 21 نومبر 2000ء کو راولپنڈی میں صحافیوں سے خطاب کرتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا:

  ''ریاست جموں کشمیر کے کسی صورت میں حصے بخرے نہیں ہونے دیئے جائیں گے اور ریاست کو متحد کر کے دم لیا جائے گا''

(روزنامہ ''جذبہ'' 22 نومبر 2000ء)

- میر پور میں جمعیت العلماء جموں کشمیر کے صدر کی طرف سے دیئے گئے ایک استقبالیہ میں خطاب کرتے ہوئے خواجہ عبدالغنی لون نے کہا:

  ''جموں کشمیر ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے بھارت اور پاکستان کے درمیان ہونے والے معاہدوں کو کشمیری تسلیم نہیں کرتے''

(روزنامہ ''اوصاف'' 27 نومبر 2000ء)

- یکم دسمبر 2000ء، مظفر آباد سٹیٹ گیسٹ ہاؤس میں پریس کانفرنس خطاب کرتے ہوئے کہا:

  ''ہم چاہتے ہیں کہ 15 اگست 1947ء والی ریاست بحال کر دی جائے۔ مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے حالات میں کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہاں ہندو حاکم ہیں اور یہاں مسلمانوں کی حاکمیت ہے۔ غاصب ہندو ہو یا مسلمان غاصب ہی ہوتا ہے''

(روزنامہ ''پاکستان'' 5 دسمبر 2000ء)

''اٹوٹ انگ اور شہہ رگ کے نعرے ماضی کا حصہ ہیں۔ بھارت کو معقول رویہ اختیار کرنا چاہیے ریاست کے حصے بخرے نہیں ہونے دیے جائیں گے۔ گلگت، بلتستان جموں کشمیر کا حصہ ہیں جس کو کبھی الگ نہیں کیا جا سکتا۔ دونوں ملک اٹوٹ انگ اور شہہ رگ کے نعرے لگا کر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ انہیں صرف کشمیر کی سرزمین سے مطلب ہے وہاں کے عوام سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس بات کا فیصلہ کشمیر والوں کو کرنا ہے کہ ان کا مستقبل کیا ہوگا۔''

(روزنامہ ''پاکستان'' 6 دسمبر 2000ء)

2007ء کشمیریوں کیلئے اچھی خبر کا سال ہوگا۔ میر واعظ عمر فاروق:

کراچی (آواز رپورٹ) بدھ کے روز بھارتی دارالحکومت دہلی میں کشمیری رہنماؤں نے پاکستان کے وزیراعظم شوکت عزیز سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کے حوالہ سے حریت کانفرنس کے چیئرمین میر واعظ عمر فاروق نے آواز کو بتایا کہ وزیراعظم شوکت عزیز سے ہماری ملاقات بہت خوشگوار ماحول میں ہوئی۔ ہمیں خوشی ہے کہ وزیر اعظم شوکت عزیز نے مسئلہ کشمیر کو سارک کانفرنس کے سامنے رکھا مجھے یقین ہے کہ 2007ء کشمیریوں کیلئے اچھی خبر کا سال ہوگا۔

ڈیموکریٹ پارٹی کے شبیر شاہ نے کہا کہ

''ہمیں امید ہے کہ کشمیریوں کی قسمت چمکنے والی ہے۔''

سابق چیئرمین مولینا عباس انصاوری نے کہا کہ

'' ہم نے دونوں وزرائے اعظم سے کہا کہ دونوں طرف کے کشمیریوں کو ملاقات کے مواقع فراہم کریں۔ اس سے مسئلہ کے حل میں مدد ہوگی۔''

(روزنامہ ''آواز'' 6 اپریل 2007ء)

ستارے کیا کہتے ہیں؟

کشمیر کا مسئلہ اکتوبر 1947ء میں اسی وقت وجود میں آیا تھا جب 22 اکتوبر کو پاکستانی حکمرانوں کے ایک عنصر نے قائداعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان کو بے خبر رکھ کر قبائلی لشکر کشمیر کو فتح کرنے کی غرض سے مظفر آباد کے راستے وادی کشمیر میں داخل کر دیئے۔ اس کے جواب میں بھارتی حکمرانوں نے 27 اکتوبر کو ہوائی جہازوں کے ذریعہ اپنی افواج کے دستے سری نگر ائیر پورٹ پر اتار دیئے۔ اس کے بعد حکومت پاکستان نے بھی اپنے فوجی دستے کشمیر میں داخل کر دیئے۔ اس طرح کشمیر کے اندر بھارت اور پاکستان کا باقاعدہ ٹکراؤ شروع ہو گیا اور کشمیری عوام اس صورت حال کا شکار ہو کر اپنی آزادی سے محروم ہو گئے۔

چھ دہائیاں گزر چکی ہیں۔ اس صورت حال میں عوام کے مختلف طبقات شب و روز سوچتے رہے ہیں۔ عوام کے سیاسی، صحافتی، قانونی، تعلیمی، علمی و ادبی طبقات کشمیر کے مسئلہ کے حل کے بارے میں اپنی آراء پیش کرتے رہے ہیں۔ مشرق و مغرب کے ستارہ شناس اور علم نجوم سے تعلق رکھنے والے حلقوں نے بھی وقتاً فوقتاً اپنی اپنی آراء ظاہر کی ہیں۔ ذیل کی سطور میں ہم علم نجوم کے ماہرین کی آراء کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

نامور عالمی ستارہ شناس مِس جین ڈکسن:

یہ 1946ء کی بات ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ (U.S.A.) میں انڈیا کے سفارتی مشن میں سر گرجا شنکر باجپائی اور کرنل نوابزادہ شیر علی خان متعین تھے۔

ہندوستان میں انڈین نیشنل کانگریس آل انڈیا مسلم لیگ اور دوسری سیاسی جماعتوں کی طرف سے جدوجہدِ آزادی زور وشور سے جاری تھی۔ امریکہ میں مِس جین ڈکسن کا ایک ستارہ شناس کی حیثیت سے بہت شہرہ تھا۔ وہ اکثر بڑی بڑی تقریبات میں شریک ہوتیں اور مختلف ملکی اور بین الاقوامی معاملات پر آنے والے وقت کی پیش گوئیاں کرتی رہتیں، جن میں سے بیشتر درست نکلتیں۔

ایک ایسی ہی بڑی تقریب میں سرگرجا شنکر باجپائی، لیڈی باجپائی اور نوابزادہ شیر علی خان شامل تھے اور مِس جین ڈکسن بھی موجود تھیں۔ مسٹر باجپائی، لیڈی باجپائی اور نوابزادہ شیر علی خان تینوں اکٹھے مِس جین ڈکسن سے ملے اور ان سے سوال کیا کہ برصغیر ہندوستان میں جو سیاسی جدوجہد جاری ہے اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ برصغیر کا مستقبل آپ کیا دیکھتی ہیں؟

مِس ڈکسن نے کچھ حساب لگایا اور پھر بڑے اعتماد کے ساتھ جواب دیا کہ

''ہندوستان تقسیم ہو جائے گا۔''

مِس ڈکسن نے تاریخ کا تعین بھی کر دیا اور بولیں کہ

''20 فروری 1947ء تک تقسیم برصغیر ہند کا اعلان ہو جائے گا۔''

جین ڈکسن نے نواب زادہ شیر علی خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''آپ ہندوستان چھوڑ کر چلے جائیں گے اور نئے ملک میں تیزی سے ترقی کریں گے۔''

وقت گزرتا گیا اور 1947ء کی 20 فروری آ گئی۔ نوابزادہ شیر علی خان اور گرجا شنکر باجپائی کی مِس ڈکسن سے پھر ملاقات ہوئی۔

انہوں نے مِس ڈکسن سے سوال کیا کہ ''آپ نے تقسیم ہند کے لیے 20 فروری 1947ء کی تاریخ دی تھی لیکن اب تک ایسا کچھ نہیں ہوا؟''

مِس ڈکسن نے جواب دیا کہ ''ابھی 20 فروری گزری تو نہیں ہے؟''

اگلے روز کے اخبارات تقسیم ہند کے اعلان کی سرخیوں سے سجے ہوئے تھے۔

برطانوی وزیر اعظم سر کلیمنٹ ایٹلی کی حکومت نے 20 فروری 1947ء کو ہندوستان کے مستقبل کے بارے میں اپنا تاریخی اعلان جاری کیا کہ وہ جون 1948ء تک تمام اقتدار ذمہ دار ہندوستانی ہاتھوں کو سپرد کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

بعد میں 23 جون 1947ء کو یہ تاریخ بدل کر اگست 1947ء کر دی گئی۔

(''ٹرانسفر آف پاور'' جلد 9 صفحہ 773-774)

اسی دوران 30 اپریل 1947ء کو وائسرائے کے پرنسپل سیکرٹری ایرک میول نے مجوزہ منصوبے کا جو مسودہ پنڈت جواہر لعل نہرو کو دکھایا۔ اس میں صوبوں کو آزاد و مختار رہنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ جس کی نہرو نے سخت مخالفت کی۔

(زاہد چوہدری۔ ''پاکستان کی سیاسی تاریخ'' جلد 2 صفحہ 35)

ہندوستان کی دیسی ریاستوں کی تعداد 565 تھی اور وہ پورے ہندوستان کے 40 فی صد رقبہ پر مشتمل تھیں۔ 20 فروری کے متذکرہ بالا اعلان میں کہا گیا تھا کہ

''برطانیہ کو ہندوستانی ریاستوں پر جو اقتدار اعلیٰ حاصل تھا وہ ہندوستان کی کسی جانشین حکومت کو منتقل نہیں کیا جائے گا بلکہ ریاستی حکمران مستقبل کا فیصلہ خود کرنے میں آزاد ہوں گے۔''

ریاستوں کی آزادی کی مخالفت کرتے ہوئے ہوئے پنڈت نہرو نے 18 اپریل 1947ء کو بیان دیا:

''جو ریاست دستور ساز اسمبلی میں شامل نہ ہو گی اسے ملک دشمن تصور کیا جائے گا اور اسے اس کے نتائج بھگتنے پڑیں گے۔''

(چوہدری محمد علی۔ ''ظہور پاکستان'' صفحہ 227)

23 جون 1947ء کو تقسیم ہند کے منصوبے کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔ نہرو کی

مخالفت کی وجہ سے صوبوں کیلئے خودمختاری کے حق کو ختم کر دیا گیا۔ البتہ ریاستوں کیلئے آزادی اور خودمختاری کا حق بدستور موجود رہا۔

ریاستوں کی آزادی کے حق کو سب سے پہلے حیدرآباد دکن کے حکمران عثمان علی خان آصف جاہ نے 11 جون 1947ء کو استعمال کرتے ہوئے حیدرآباد دکن کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ حیدرآباد کا رقبہ 86 ہزار مربع میل تھا اور آبادی ایک کروڑ 64 لاکھ تھی حیدرآباد کی اپنی فضائی کمپنی ''دکن ائیرویز'' اپنا ڈاک کا محکمہ، اپنی کرنسی اور قومی پرچم تھا۔

(مشتاق احمد خان۔ ''زوال حیدرآباد کی داستان'' صفحات 7-8-9-59)

حیدرآباد کی یہ آزادی صرف سوا سال قائم رہی اور 17 ستمبر 1948ء کو بھارت نے حیدرآباد پر فوج کشی کر کے قبضہ کر لیا۔

12 جولائی 1947ء کو وزیراعظم برطانیہ سر کلیمنٹ ایٹلی نے حتمی طور پر اعلان کیا کہ ریاستوں کے حکمران برطانیہ سے کئے جانے والے معاہدوں کے ختم ہو جانے کے بعد آزادی حاصل کر لیں گے۔

برطانوی پارلیمنٹ نے 16 جولائی 1947ء کو قانون آزادئ ہند (Indian Independence Act) منظور کر لیا اور 18 جولائی 1947ء کو شاہ برطانیہ نے اس کی منظوری دے دی۔

قانون آزادئ ہند کی دفعہ 7 ذیلی دفعہ 2 کی رو سے تاج برطانیہ کا حق بالادستی مکمل طور پر ختم کر دیا گیا۔ تاج برطانیہ اور ریاستوں کے درمیان جو معاہدات تھے، تمام ختم کر دیے گئے۔ یعنی ریاستیں آزاد و خودمختار ہو گئیں۔ برطانوی حکومت نے ریاستوں کے بارے میں اختیارات نوزائیدہ مملکتوں بھارت یا پاکستان کو منتقل نہیں کیے۔

آخرکار 14 اور 15 اگست کی درمیانی رات کو برصغیر کی تقسیم عمل میں آئی اور دو نئی مملکتیں بھارت اور پاکستان وجود میں آ گئیں۔ اس طرح مس جین ڈکسن کی پیش گوئی

پوری ہو گئی۔

1947ء کی گرمیوں میں ہی جین ڈکسن نے مہاتما گاندھی کے قتل کی پیش گوئی کی جو درست ثابت ہوئی۔

1948 میں امریکہ میں پاکستان کے سفیر جناب ایم اے ایچ اصفہانی نے مس جین ڈکسن سے ملاقات کی۔ اس دوران کشمیر میں قبائلی لشکروں اور بھارتی افواج کے داخلہ کے بعد جنگ شروع ہو چکی تھی۔ بھارت اور پاکستان دونوں کشمیر کو اپنا حصہ قرار دے رہے تھے۔ کشمیریوں کا خون بہہ رہا تھا اور کشمیر ایک متنازعہ مسئلہ بن گیا تھا۔ جناب ایم اے ایچ اصفہانی نے مس جین ڈکسن سے کشمیر کے مستقبل کے بارے میں سوال کیا۔ مس جین ڈکسن نے جواب دیا:

''یہ مسئلہ برسوں تک ایک لاینحل تنازعہ کی صورت میں موجود رہے گا
لیکن بڑی خونریزی کے بعد آخرکار کشمیر آزاد ہو جائے گا۔''

گزشتہ 60 سال سے کشمیر میں بے تحاشا خون بہہ چکا ہے۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے کوئی دن خالی نہیں جاتا جب بھارتی قابض افواج اور نامعلوم بندوق برداروں کے ہاتھوں بے گناہ کشمیریوں کا خون نہیں بہایا جاتا۔ یہ سلسلہ آخر کب تک جاری رہے گا۔ ان بے پناہ قربانیوں کے نتیجہ میں جین ڈکسن کی پیش گوئی کے مطابق آخرکار کشمیر کی آزاد و خودمختار مملکت وجود میں آنے والی ہے۔

حضرت حکیم فاضل ظہیر الدین:

لاہور میں مال روڈ پر ہائی کورٹ کے سامنے سڑک کے دوسری جانب ظہیر سنز کے نام سے ایک ادارہ قائم ہے جو ادویات کا کاروبار کرتا ہے، مالک کا نام حکیم ظہیر الدین ہے۔ حکیم صاحب فلکیات میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ ان کا پیشہ نہیں بلکہ شوق ہے۔ مولانا کوثر نیازی مرحوم نے اپنی کتاب ''مشاہدات و تاثرات'' میں ایک مضمون ''حکیم فاضل ظہیر'' کے عنوان سے شامل کیا ہے جس میں حکیم صاحب کا

تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

"حکیم فاضل ظہیر لاہور میں مقیم ہیں۔ مال روڈ پر کاروبار کرتے ہیں۔ کلین شیوڈ ہیں۔ خوش خور، خوش پوش اور خوش ذوق انسان ہیں۔ ابھی تین چار سال پہلے ان سے تعارف حاصل ہوا ہے مگر چند ہی ملاقاتوں میں طبیعت ان سے خاصی مانوس ہوگئی ہے۔"

"حکیم صاحب موسیقی اور ہیئت کے علوم سے شغف ہی نہیں، ان میں گہری بصیرت بھی رکھتے ہیں۔ کبھی کبھی سال دو سال بعد اپنی پیش گوئیوں پر مشتمل چند سو کارڈ چھپوا کر اپنے احباب اور رفقاء کے حلقے میں تقسیم کرتے ہیں۔ بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ اگر وہ کسی مغربی ملک میں ہوتے تو بڑے بڑے ماہرین علم نفس کا چراغ ان کے سامنے گل ہوتا۔"

حکیم صاحب کے احباب میں عدالت العالیہ کے چیف جسٹس یعقوب علی خان، مولانا کوثر نیازی، صدر آزاد کشمیر کے ایچ خورشید اور اسی پایہ کے حضرات شامل تھے۔ ان کے ادارہ ظہیر سنز کے برابر میں ہمارے ایک محترم دوست عبدالغنی خان "کشمیر شال ہاؤس" کے نام سے ایک دوکان چلا رہے تھے اور حکیم صاحب کے دوستوں میں شامل تھے۔ حکیم صاحب جب کبھی اپنی پیش گوئیوں کے کارڈ چھپواتے تو عبدالغنی خان صاحب کو بھی ایک کارڈ دے دیتے۔ اس طرح ہم بھی ان کی پیش گوئیوں سے مستفید ہوتے۔

مولانا کوثر نیازی رقم طراز ہیں:

"جون 1978ء میں حکیم صاحب نے جو کارڈ جاری کیا اس میں دو باتیں خاص طور پر قابل ذکر تھیں۔ انہوں نے صاف صاف لکھا تھا کہ 1978ء اور 1980ء کے درمیان ملک میں کوئی الیکشن نہ ہوگا۔ جب مارشل لاء انتظامیہ نے ملک میں الیکشن کرانے کے انتظامات

شروع کیے اور اس کیلئے باقاعدہ تاریخ کا اعلان کر دیا تو حکیم صاحب سے انکے نیاز مندوں نے اس پیش گوئی کے بارے میں بار بار سوالات کیے۔ مگر انہوں نے ہر بار یہی جواب دیا کہ الیکشن کا کوئی سوال ہی نہیں۔ چنانچہ وہی ہوا الیکشن کی تاریخیں آئیں اور گزر گئیں اور وقت نے حکیم صاحب کی پیش بینی کی تصدیق کر دی۔

(کوثر نیازی "مشاہدات و تاثرات" صفحہ 103)

حکیم صاحب کا دوسرا فرمودہ یہ تھا کہ 1978ء اور 1979ء کے سال بادشاہوں اور سیاستدانوں کیلئے بھاری ہوں گے۔ لوگوں نے دیکھا کہ اسی مدت کے دوران ایران کے بادشاہوں کے بادشاہ کا عبرت آموز زوال ہوا۔ اور اندرون ملک سیاست شجر ممنوعہ قرار پائی۔

(ایضاً صفحہ 103)

اگست 1982ء میں حکیم صاحب نے جو کارڈ جاری کیا اس میں انہوں نے کھل کر لکھا کہ چین ایک سپر پاور کی حیثیت سے ابھرے گا۔ چین اور امریکہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے اور روس انجام کار صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔ چنانچہ چشم تماشا نے یہ سب واقعات ظہور میں آتے دیکھے۔

برصغیر پاک و ہند میں ان کی نگاہِ دوررس نے کئی بنیادی تبدیلیاں دیکھیں۔ کشمیر کے بارے میں ان کی پیشن گوئی یہ ہے کہ

"آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر دونوں مل کر ایک آزاد ریاست میں تبدیل ہو جائیں گے۔"

(ایضاً صفحہ 104)

شیخ حفیظ الرحمٰن کی پیش گوئی:

پاکستان کے نامور دانشور اور کالم نگار منو بھائی نے روزنامہ جنگ میں اپنے کالم "گریباں" میں اپنے ایک دوست شیخ حفیظ الرحمٰن کا ذکر کیا تھا۔ جو کوئی ستارہ

شناس یا غیب دان نہیں تھے، لیکن کامن سینس کی بنا پر پیش گوئیاں کرتے تھے۔ شیخ صاحب نے 1956ء میں کامن سینس کی بناء پر ایک پیش گوئی میں کہا تھا:

"مسئلہ کشمیر کشمیری حریت پسندوں کی اپنی جدوجہد آزادی کے سوا کسی اور طریقہ سے حل نہیں ہوگا۔"

منو بھائی لکھتے ہیں:

اس نصف صدی کے دوران مسئلہ کشمیر کے حل کرنے کی دیگر کوششوں نے کیسے کیسے گل کھلائے ہیں؟۔۔۔کیسی کیسی تباہیاں مچائی ہیں؟۔۔۔ان میں ایک وزیراعظم کا قتل، دوسرے وزیراعظم کو پھانسی، مشرقی پاکستان کی علیحدگی، تین پاک بھارت جنگیں اور ستائیس سالوں کا مارشل لاء بھی شامل ہے۔"

97ارب ڈالر کا واجب الادا قرضہ اسکے سوا ہے اور ملک کی چالیس فی صد آبادی کا غربت کی لکیر سے نیچے غرق ہو جانا اس کے علاوہ ہے۔"

(روزنامہ "جنگ" 16 جنوری 2001)

مسئلہ کشمیر کے بارے میں شیخ حفیظ الرحمٰن کی تازہ ترین پیش گوئی یوں ہے کہ:

"اس کے تینوں فریقوں کو تیسرا آپشن قبول کرنا پڑے گا۔"

"اگر ہم مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش کے طور پر ہضم کر سکتے ہیں۔"

تو ریاست جموں کشمیر کو بھی آزاد و خود مختار ملک کے طور پر بغیر خون بہائے اور جانوں کا نذرانہ دیے بغیر کیوں قبول نہیں کر سکتے؟

(ایضاً)

شیخ حفیظ الرحمٰن اور مسئلہ کشمیر کے حوالہ سے "کامن سینس" کا ذکر آ گیا ہے تو بے جا نہ ہوگا اگر پاکستان کے ایک واجب الاحترام رہنما اور مسلم لیگ فنکشنل کے صدر جناب پیر پگاڑا کے ایک انٹرویو سے ایک اقتباس پیش کیا جائے۔ جولائی 2000ء میں

روزنامہ جنگ کے سنڈے میگزین میں پیر پگاڑا کا ایک طویل انٹرویو شائع ہوا۔ انٹرویو میں پیر صاحب سے ایک سوال کشمیر کے بارے میں پوچھا گیا کہ

کشمیر کے مسئلے کا آپ کی نظر میں کیا حل ہے؟

پیر صاحب نے بلا جھجک جواب دیا:

"کشمیری کبھی رائے شماری میں پاکستان کے حق میں رائے نہیں دیں گے میری کامن سینس، میری عقل یہ کہتی ہے کہ کشمیری خود مختار کشمیر کے حق میں رائے دیں گے۔"

(سنڈے میگزین "جنگ" 30 جولائی 2000ء)

پھر 26 جنوری 2001ء کو پیر صاحب نے کنگری ہاؤس کراچی میں مسلم لیگ کے زیر اہتمام شہدائے تحریک پاکستان کے بارے میں منعقد کی جانے والی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صدارتی تقریر میں کہا:

"کشمیر نہ پہلے ہمارا تھا نہ اب ہمارا ہے نہ آئندہ ہوگا۔"

تقریب میں مختلف سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں، علمائے کرام، اہل علم و دانش اور زندگی کے دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

(روزنامہ "جنگ" 27 جنوری 2001ء)

دلدار پرویز بھٹی کے پروگرام میں نجومی:

22 اگست 1994ء کو پاکستان کے نامور براڈ کاسٹر دلدار پرویز بھٹی نے اپنے ایک پنجابی پروگرام پنجند میں کسی نجومی کو (جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا) دعوت دی۔ یہ پروگرام ملک بھر میں عوام نہایت ذوق وشوق سے دیکھا کرتے تھے۔ دلدار پرویز بھٹی نجومی سے طرح طرح کے سوالات کرتے رہے جس کے وہ جواب دیتے رہے۔ حاضرین میں سے کسی نے نجومی سے یہ سوال پوچھا کہ کشمیر کے مسئلہ کا کیا بنے گا؟

نجومی نے جواب دیا ''کشمیر نہ بھارت کو ملے گا نہ پاکستان کو بلکہ ایک آزاد ملک بن جائے گا۔'' اس جواب پر دلدار پرویز بھٹی نے نجومی سے ازراہ مذاق پوچھا۔ اوئے ساڈے نال وی کوئی گل بات کرن گے کہ نئیں؟''

("PTV" 22 اگست 1994ء)

امامیہ جنتری کی عالمی پیشین گوئیاں:

امامیہ جنتری میں ہر سال عالمی پیش گوئیاں شائع ہوتی رہتی ہیں جن میں سے بیشتر درست ثابت ہوتی ہیں۔

2003ء کے لیے اس جنتری میں جو پیش گوئیاں شائع ہوئیں ان میں کشمیر بھی شامل تھا:

- کشمیر کا مسئلہ فوری طور پر حل نہیں ہوگا مگر مستقبل قریب میں کشمیر آزاد ہو جائے گا۔
- انڈیا کو کشمیر سے دست بردار ہونا پڑے گا۔
- کشمیر ایک الگ ریاست کے طور پر ابھرے گا جو نہ تو پاکستان کے ساتھ شامل ہوگا اور نہ ہی ہندوستان کا حصہ رہے گا۔

امامیہ جنتری نے اٹل بہاری باجپائی کے زوال کی پیش گوئی بھی کی تھی۔ بھارت کے حالیہ انتخابات میں باجپائی اقتدار سے محروم ہو گئے ہیں اور جنتری کی یہ پیش گوئی درست ثابت ہو گئی ہے۔

("امامیہ جنتری" 2003ء صفحہ 19)

خاتمۂ کلام

جب ہم مستقبل کے کشمیر پر بات کرنا چاہیں تو ہمیں اس کے ماضی کے تابناک حقائق کو بھی مدِ نظر رکھنا چاہیے۔

- کشمیر وہ مملکت ہے جس کی سرحدیں تیسری صدی قبل مسیح میں شمال میں کاشغر اور ختن تک اور مغرب میں کابل اور قندھار تک پھیلی ہوئی تھیں۔
- چینی سیاح ہیونگ تسانگ نے 629ء سے 633ء تک کشمیر کا دورہ کیا۔ اس نے کشمیر کی مملکت کا محیط (Circumference) 700 فرسنگ (2100 میل) لکھا تھا۔ موجودہ دور میں سرحدوں کا یہ فاصلہ گھٹ کر 1700 میل رہ گیا ہے۔ جس میں سے 750 میل عوامی جمہوریہ چین کے ساتھ 600 میل پاکستان کے ساتھ، 300 میل بھارت کے ساتھ اور 50 میل افغانستان کے ساتھ ملتی ہے۔
- مہاراجہ للتادت نے 650ء سے 732ء تک کشمیر پر حکمرانی کی۔ اس کے دور میں کشمیر مشرق میں قنوج تک، مغرب میں پشاور تک، شمال میں بخارا تک اور جنوب میں گندھارا تک پھیلا ہوا تھا۔ مؤرخ ابوریحان البیرونی کے مطابق کشمیری عوام ہر سال للتادت کی فتوحات کی یاد میں ایک دن جشن مناتے تھے۔
- آٹھویں صدی عیسوی میں (720ء) کشمیر میں راجہ چندرا پیڈ کی حکمرانی تھی۔ چین کے شہنشاہ نے چندرا پیڈ کی حکمرانی کو تسلیم کرتے ہوئے 500 تھان ریشمی کپڑے کا تحفہ بھیجا تھا۔
- آٹھویں صدی میں ہی جب محمد بن قاسم نے ملتان کو فتح کیا تو ایک برہمن

نے کشمیری راجہ جسوبن کے پوشیدہ خزانے کی نشاندہی کی۔ ملتان اس دور میں راجہ جسوبن کی حکمرانی میں تھا۔ جب اس پوشیدہ خزانے کو ڈھونڈ نکالا گیا تو ''تواریخ فتوح البلدان'' اور ''چچ نامہ'' کے مطابق چالیس مٹکوں میں سے برآمد ہونے والے سونے کی مقدار 1320 من تھی۔ یہ سارا سونا خلیفہ ولید بن عبدالمالک کے دربار میں بھیجا گیا۔

- سلطان شہاب الدین شاہ میری 1360ء سے 1378ء تک حکمران رہا۔ شہاب الدین شاہ میری خاندان کا بہت طاقتور بادشاہ تھا۔ ہندوستان میں اس دور میں فیروز شاہ تغلق کی حکمرانی تھی۔ سلطان شہاب الدین کی فتوحات کے دوران اس کا مقابلہ ستلج کے کنارے فیروز شاہ تغلق سے ہوا۔ فیروز شاہ شکست کھا گیا اور ایک معاہدے کے مطابق کشمیر کے سلطان شہاب الدین کی حکمرانی کی سرحدیں سرہند تک تسلیم کر لی گئیں۔ علامہ اقبال نے سلطان شہاب الدین کے حوالہ سے لکھا:

  عمر ہا گل رخت بربست و کشاد
  خاک ما دیگر شہاب الدین نزاد

- مغل اعظم اکبر بادشاہ نے آٹھ بار کشمیر پر یلغار کی تب اسے 1586ء میں کامیابی نصیب ہوئی۔
- فاتح محمود غزنوی نے 17 بار ہندوستان پر حملے کئے اور ہر بار کامیاب رہا۔ کشمیر پر محمود غزنوی نے دو بار حملہ کیا اور دونوں بار ناکام رہا۔
- سلطان زین العابدین (بڈشاہ) کے دور حکومت میں برصغیر چھوٹی چھوٹی مملکتوں میں منقسم تھا۔ بڈشاہ کے تعلقات ان میں سے گوالیار کے راجہ ڈونگر سین، احمد آباد کے سلطان محمد شاہ، اور سندھ کے حکمران جام نندہ سے قائم تھے۔
- جموں کشمیر برصغیر کی وہ پہلی ریاست تھی جسے 1930ء کی دہائی میں انتخاب کے

ذریعے قانون ساز اسمبلی چننے کا اختیار ملا۔

- جولائی 1946ء میں آل جموں کشمیر مسلم کانفرنس نے سری نگر میں منعقدہ سالانہ کنونشن میں ایک تاریخی قرارداد منظور کی جس میں مہاراجہ ہری سنگھ سے مطالبہ کیا گیا کہ ریاست میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات کرائے جائیں اور اس منتخب اسمبلی کو ملک کیلئے آئین بنانے کا کام سونپا جائے۔

آج کے دور میں کشور کشمیر کی صورتحال یہ ہے کہ وہ رقبے کے لحاظ سے دنیا کے 110 آزاد ممالک سے بڑی ہے اور آبادی کے لحاظ سے آزاد دنیا کے 135 ممالک اس سے چھوٹے ہیں۔

کشمیر کی تاریخ کے بارے میں ہندوستان کے عظیم سکالر ڈاکٹر رادھا کرشنن نے کہا تھا:

> ''کشمیر وہ خطہ ہے جسے اپنی ہزاروں سال پر محیط ریکارڈ شدہ تاریخ پر فخر کرنا چاہیے۔ جبکہ بھارت کو اپنے ماضی کا کھوج لگانے کیلئے رامائن اور مہابھارت کا سہارا لینا پڑتا ہے۔''

جغرافیائی لحاظ سے کشمیر کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ یہ براعظم ایشیاء کے تقریبا مرکز میں واقع ہے۔ اس لحاظ سے اس کی جنوبی ایشیا کی تنظیم سارک میں شمولیت نہ صرف اس تنظیم کیلئے سودمند ثابت ہوسکتی ہے بلکہ ان ممالک کے تعاون سے کشمیر کی تعمیر وترقی میں بہت کام ہوسکتا ہے۔

ہمارے قومی شاعر مہجور نے ایک صدی پہلے کہا تھا۔

کشیریٔ مشرقس بیدار کرهٔ وزناوه وقس پیٹھ
یہ آلو کأشربن ہندین کنن منز واتہ ناوٕن چھم

''وقت آئے گا کشمیر اہل مشرق کو بیدار کرے گا، مجھے یہی پیغام کشمیریوں تک پہنچانا ہے۔''

کشمیر مسلم اکثریت کا ملک ہونے کے ناطے اسلامی ممالک کی تنظیم (OIC) کا ممبر بن سکتا ہے اور کشمیر کی تعمیر وترقی میں ان تمام ممالک سے خاطر خواہ مدد اور تعاون حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ایران کے وزیر خارجہ ڈاکٹر ابراہیم یزدی نے 1989ء میں ایک بیان میں ایران، پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت اور کشمیر کے درمیان علاقائی تعاون کی تنظیم کی تجویز دی تھی۔

ہمارے واجب الاحترام دوست نذیر ناجی نے سری نگر مظفر آباد بس سروس کے آغاز پر اپنے کالم "سویرے سویرے" میں یوں روشنی ڈالی تھی کہ

"سرینگر مظفر آباد بس سروس کھلنے سے کشمیری عوام کیلئے امن کی جو کونپل نمودار ہوئی ہے۔ اس کی اہمیت خود وہی جان سکتے ہیں۔ وقت نے تنازعۂ کشمیر کے پرامن حل کو ممکن بنانے کی ڈور کا ایک سرا کشمیری عوام کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ اگر وہ احتیاط اور ہوش مندی سے آگے بڑھیں تو وہ پاکستان اور بھارت دونوں کے حکمرانوں کو رہنمائی مہیا کر سکتے ہیں اور اپنے طرز عمل اور حکمت و تدبر سے نئی راہیں دکھا کر کشمیر کے دیرینہ تنازعۂ کا حل ممکن بنا سکتے ہیں۔"

زیر نظر کتاب کو ضبط تحریر میں لانے کا مقصدِ واحد یہی ہے کہ دنیا کو بتایا جائے کہ جموں کشمیر کی مملکت کا مستقبل قدرت کی بخشی ہوئی مختلف بیش بہا نعمتوں کے نتیجہ میں انتہائی شاندار ہوگا۔

آبی وسائل میں کوہالہ کے مقام پر زیر زمین ہائیڈرو الیکٹرک پراجیکٹ کی مثال ہی کافی ہوگی جس سے آزاد کشمیر کو 10 ارب روپے سالانہ کی آمدن ہوگی۔

معدنیات میں بلتستان میں پائے جانے والے جواہرات Gem Stones کے علاوہ ہنزہ اور گوجال میں پائی جانے والی سونے کی کانیں ہیں جن کی مالیت کا اندازہ

پانچ سو کھرب ڈالر ہے۔

سیاحت کے بارے میں تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔ مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ سیاحت جنتِ ارضی کہلانے والے کشور کشمیر کی قومی آمدن کا سب سے بڑا ذریعہ ثابت ہوگی۔

جہاں تک مسئلہ کشمیر پر رائے عامہ کا تعلق ہے ہم نے دیکھا ہے کہ بھارت اور پاکستان میں ایسے حلقے موجود ہیں جو مسئلہ کا حل امن اور تعاون کے جذبہ کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر ہم دیکھتے ہیں کہ لیبیا کے صدر معمر قذافی اور تبت کے رہنما دلائی لامہ نے واضح الفاظ میں یہ رائے دی ہے کہ کشمیر کے دونوں حصوں کو متحد کر کے آزادی دی جائے۔ جاپان کے وزیر اعظم نے تجویز دی ہے کہ کشمیر کا مسئلہ حل کرنے کیلئے ایک عالمی کانفرنس بُلائی جائے۔ اس کانفرنس کا خرچہ جاپان برداشت کرنے کیلئے تیار ہے۔

اس وقت کی صورت حال "مدعی سست گواہ چست" کی عکاسی کرتی ہے۔ مشرق ومغرب میں ہر طرف سے کشمیر کی آزادی کے حق میں بات کی جارہی ہے۔ لیکن جموں کشمیر میں دونوں طرف سیاسی جماعتیں تو موجود ہیں لیکن عالمی سطح پر کسی کے پاس ٹھوس لائحۂ عمل نہیں ہے۔

جہاں تک کشمیری عوام کا تعلق ہے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کشمیری عوام اپنے وطن کو ایک آزاد وخود مختار مملکت کی صورت دینا چاہتے ہیں۔ اس کا اظہار کئی مواقع پر ہو چکا ہے۔ جیسے بھارت کے ایک مشہور جریدے "آؤٹ لُک" اور "سی این این" کے ٹیلی سروے میں بھی یہ شائع اور نشر ہو چکا ہے۔

اس کا احساس یہاں کی لیڈر شپ کو بھی ہو چکا ہے۔ چنانچہ سابق وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کا ایک بیان اخبارات میں آیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے:

"Kashmiris don't want India or Pakistan, they

''want their homeland

پیر پگاڑا کہتے ہیں:

''پاکستان اور انڈیا جتنی چاہیں آپس میں لڑائیاں لڑ لیں، کشمیری ان کے ساتھ کبھی نہیں ملیں گے۔''

میر بلخ شیر مزاری کے مطابق

''میں ایمانداری سے محسوس کرتا ہوں کہ کشمیر ایک الگ ملک بن جائے تو یہ بھارت اور پاکستان دونوں کے مفاد میں ہوگا۔''

پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما ممتاز بھٹو کا کہنا ہے:

''مسئلہ کشمیر کا صرف ایک حل ہے کہ دونوں طرف کے کشمیریوں کو ملا کر انہیں خودمختاری دے دی جائے۔''

ڈاکٹر حمیدہ کھوڑو نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ

''پاکستان اور بھارت دونوں کشمیر کو چھوڑ دیں، مسئلہ کشمیر خود ہی حل ہو جائے گا۔''

اب یہ کشمیر کی سیاسی جماعتوں کا کام ہے کہ وہ آپس میں مکمل اتحاد کر کے اپنے وطن کی کامل آزادی کے لیے جدوجہد کا آغاز کریں۔ ساری دنیا کے آزادی پسندوں کی ہمدردیاں اور دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔

اوپر جو صورتِ حال پیش کی گئی ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کشمیر کی آزادی وخودمختاری کے تصور کو برصغیر کے علاوہ مشرق ومغرب میں کھلے دل سے قبول کیا جارہا ہے۔ اب یہ کشمیر کے حریت پسند عوام اور ان کے لیڈروں کا کام ہے کہ وہ اس سازگار فضا کو اپنے حق میں استعمال کریں اور اپنے وطن کی آزادی وخودمختاری کیلئے قدم آگے بڑھائیں اور منزلِ مقصود پر پہنچنے کی کوشش کریں۔